

سید طہرین احمد

اُحْرازُ العَوایِدِ وَتَشْدِیدُ الْعَقَائِدِ

اُردو ترجمہ

فَوایِدُ الشَّاهِدِ وَنَتَاجُ الْمَقَاصِدِ

MAAR 1431

مفتی محمد عارف قادری

منقولہ حیدر پور پریس خواجه محمد لطیف انصاری

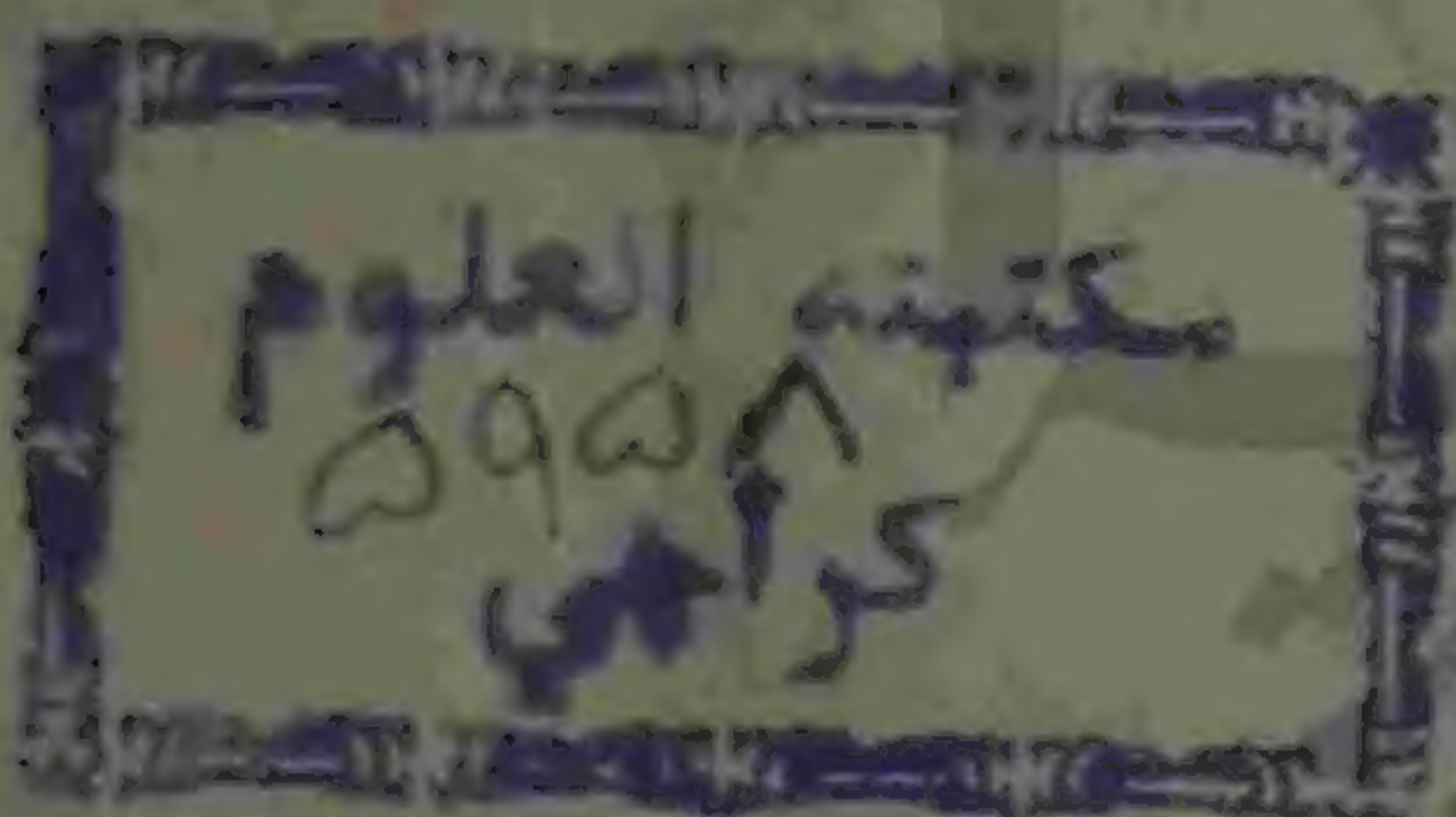


# احرار العوائد شفاء العقائد

اردو ترجمہ

## فوائد المستفاد من نتائج الحقائق

تقریرات عارف ربانی استادنا شیخ بقصر المشتی رحمۃ اللہ علیہ



مقدمہ نگار و مترجم

مفکر و حبیب دہلوی و فیسر خواجہ محمد لطیف انصاری

۱۳۶۶ھ  
۱۹۵۶ء  
بفرمانش

حبیب لیبیخ ایماںی الحاج شیخ  
حسین بخش بھدانی سوداگر ملتان شہر



# سیر اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا خَلَقْنَاهُ نَحْنُ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ

(یسین - آیت ۱۲ پ ۲۲)

بیشک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور لکھیں گے جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں اور جو آثار ان کے پیچھے رہ جاتے ہیں ۛ

برائے ایصال ثواب

مرحومہ حسنینہ بانو نور اللہ مرقدہ بنت الحاج شیخ حسین بخش بہارنی کراچی

سوداگر ملتان شہر

maablib.com

در محمد و آل محمد کا بھکاری

محمد لطیف انصاری

(تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور)



# تقریظ

السید محمد السند محمد المحقق المتوحد مولانا سید تفسی حسین صاحب قند لکھنوی

صدر الافاضل مدظلہ العالی

بسمہ تعالیٰ

”اھراز العوائد و تشہید العقائد“ ترجمہ ”ذائد المشاہد“ علامہ شیخ جعفر تسری کا مفید ترین صحیح اور سلیس ترجمہ ہے۔

جناب شیخ جعفر تسری عراق و ایران کے مشہور عالم و واعظ تھے۔ زیر نظر کتاب ان کی ذاکری کا ایک نمونہ ہے۔ جو تاریخ ذاکری میں کارآمد ہونے کے علاوہ اس لئے قابل توجہ ہے کہ اس میں فقط نکتہ آفرینی اور لطفت اندوزی پر اکتفا نہیں کی گئی، بلکہ سامعین کو ”دعوت دین“ ”تزکیہ نفس“ اور عذاب آخرت سے ڈرانے، تقویٰ کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کتاب میں نہج البلاغہ کے مواظظ کو موضوع فکر بنا کر مواد میں بڑی اہمیت پیدا ہو گئی ہے۔

عالیجناب، مفکر و حیدر، فاضل مدید، خواجہ محمد لطیف صاحب نیت مکارنم قابل ستائش ہیں کہ موصوف نے اس مفید و بلند پایہ کتاب کو ہماری زبان میں منتقل کر کے واعظین، سامعین اور دین داروں کے لئے اس کا مطالعہ آسان کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ ہم اس ”تذکرہ“ سے ڈریں، اور اپنے نفوس کو ان ہلاکت آفرین مراحل سے بچا سکیں گے۔



مولانا نے آغازِ کتاب میں ایک بہت مفید اور قابلِ توجہ مقدمہ بڑھا کر کتاب کی افادیت میں اضافہ فرمایا ہے۔ خداوندِ عالم موصوف کو ہوائے خیر اور ہمیں اس کتاب سے استفادہ ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مرقسی احسن عفی عنہ

۲۶ ذیقعد ۱۳۶۵ھ ہجری

MAAB 1431



استاذنا علامہ شیخ جعفر شوشتری اعلیٰ الشہ مقامہ  
کی

## شخصیت اور طرز بیان

علامہ سید ابن حسن صاحب نجفی مدظلہ العالی نے الارشاد والعزائم پر تبصرہ فرماتے ہوئے  
جریدہ فریدہ ہفت روزہ رضا کار لاہور کی اشاعت ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء کے نقد نظر  
کے کالم میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے ہم یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں :-  
الارشاد والعزائم ترجمہ المواعظ والبیان مترجم فاضل بنیل جناب پروفیسر خواجہ  
محمد لطیف انصاری۔

”علم و عمل کی دنیا میں ”ارشاد و عزا“ کی بات چلے، محراب و منبر کے  
سلسلہ میں مواعظ و بیانات کے تذکرے ہوں اور علامہ شیخ جعفر شوشتری اعلیٰ الشہ  
مقامہ کا نام نامی نہ آئے یہ محال عظمیٰ نہ سہی تو محال عادی ضرور ہے، نہ ہوش  
کی تبلیغ محبت و معرفت کی تلقین اور خصائص حسینیہ کی نشر و اشاعت  
اسی عار و فقیہہ واعظ کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین تھا۔“  
زیر نظر مجموعہ علامہ شیخ جعفر شوشتری ہی کی پودہ تقریروں کا ترجمہ ہے جس میں  
نہ کہیں پرستارانہ بناؤ سنگار ہے نہ فلسفیانہ ایچ پیج اور مناظرانہ چٹاخ پٹاخ، ہاں  
جو حصہ بھی آنکھوں کے سامنے آجائے علمی وقار کے آگے سرخم ہو جاتا ہے۔ پرفلوں  
سادگی دل موہنے لگتی ہے۔ اور بیان درد سے وہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ  
کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

تمام مواعظ میں مرکز خطاب نقشب انسانیت ہے جو باختلاف نظریات آماجگاہ جذبات  
یا سرچشمہ احساسات ہے۔ بہر طور یہ مافی ہونی حقیقت ہے کہ اچھی خواہشیں



نیک باطنی کے آثار اور بُرے میلانات بد نفسی کے مظاہر قرار دیے جاتے ہیں۔  
 نیز یہی وہ مسئلہ اخلاقی پیمانے ہیں جن سے انسان کے انفرادی کردار اور اجتماعی میریت  
 کے ہر سیت و بلند کی پیمائش ہوتی ہے۔ بالخصوص ”وجدانِ مسرت“ جس نے  
 اخلاقیات میں ایک مستقل مکتب خیال کی طرح ڈال دی ہے اور سب سے اہم  
 جذبہ یعنی غم جس کے ہوتوں آدمی آدمی ہے اور یہ نہیں تو کچھ نہیں، بقول حکمرانِ آبادی  
 دل گیا، رونقِ حیات گئی، غم گیا، ساری کائنات گئی  
 چنانچہ وسعتِ اثر کے پیش نظر محترم خواجہ صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمہ  
 میں عواطفِ بشری کے جملہ علائق کا تجزیہ فرماتے ہوئے شہستانِ زندگی کی شمعِ فروزاں  
 ”وجدانِ غم“ کے گوشہ گوشہ پر مبصرانہ روشنی ڈالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر الموعظ  
 والہ ”کو مصحف“ ”دردِ دل“ مان لیا جائے تو خواجہ صاحب کے اس طویل  
 و معقول دیباچہ کو ”تفسیرِ کبیر“ کا درجہ حاصل کرنے میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی۔



# اعذار:

”الارشاد والعزاء“ کی اشاعت میں اس ارادے کا اظہار کیا گیا تھا کہ مرحومہ دُخترِ حسینہ بانو کے ایصالِ ثواب کے لئے سالِ آئندہ خصالِ حسینہ کا ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ چنانچہ بعض مقامات سے مومنین نے اس کے لئے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ یہ کتاب بعض وجوہ سے شائع نہ ہو سکی۔ اس لئے ضروری ہو گیا کہ مومنین کی خدمت میں معذرت پیش کر دوں۔

(اولاً) یہ معلوم ہوا کہ خصالِ کس کا ترجمہ اس سے پہلے ہو چکا ہے اگرچہ نایاب (ثانیاً) ترجمہ کے لئے خصالِ کس کا کوئی نسخہ عربی یا فارسی کا دستیاب نہ ہو سکا اس لئے اسالی اس کتاب کے ترجمہ کی اشاعت سے قاصر رہا۔

یہ چونکہ مرحومہ کی خدمت بہر حال مطلوب تھی۔ اس لئے فوائد المشاہدہ میں سے سہ ماہی مجلس کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ مومنین کی خدمت میں حاضر کیا جاتا رہا ہے۔ میں ان مجلس کے مترجم مفکر و حمید علیہما السلام انصاری صاحبِ قید کا نہایت ہی احسان مند ہوں کہ انہوں نے باوجود عظیم الفرصتی بیماری و درخواست کو منظور فرما کر اس کا رخیر کو صراحتاً دیا۔ مرحومہ کی روح بھی ان کی شکر گزار ہو گی۔

مومنین سے نہایت ہی عاجزی و ادب کے ساتھ کلمتی ہوں کہ اس خدمت کی قبولیت اور مرحومہ کی مغفرت و بندگی و دہات کے لئے مخلص دل سے دُعا کریں۔ آئندہ بھی بشرطِ حیات کسی نہ کسی کتاب کی اشاعت سے مرحومہ کی خدمت کو تاد ہوں گا۔



کتاب "احراز العوائد و تشہید العقائد" ترجمہ "فوائد المشاہد" جزء اول کے لئے  
 خرچ محصول ڈاک وغیرہ مومنین پاکستان سوازی چھپانہ بصیفہ منی آرڈر جناب  
 مولانا مولوی السید گلاب شاہ صاحب پرنسپل مدرسہ جعفریہ مخزن العلوم شیعہ  
 میانی ملتان کی خدمت میں بھیج کر کتاب طلب فرمائیں۔

مومنین ہندوستان سوازی چھپانہ خرچ محصول ڈاک وغیرہ بصیفہ منی آرڈر  
 یا ٹیکسٹ کی شکل میں جناب مفتی ابرار حسین صاحب کلرک مدرسہ نائیمپہ وکٹوریہ اسٹریٹ  
 لکھنؤ کی خدمت میں بھیج کر کتاب مطلوبہ ملتان کے مذکورہ بالا پتہ سے طلب  
 فرمائیں۔

خاک نشین :-

حسین بخش ہمدانی

گودڑی بازار، شہر ملتان



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# مقدمہ !

خطبہ

حمداً لمن خلق الانسان وعلمه البيان  
والصلوة والسلام على من علمه القرآن  
والله الامجاد الذين هم ابلغ في البتيان  
اما بعد فقد قال الله المتكلم المنان

آیہ مبارکہ | اذع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة  
وجادلهم بالتي هي احسن (النحل آیت ۱۲۵ پ ۱۲)

”تم اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحتوں کے ساتھ بلاؤ۔ اور ان سے اس طریق پر بحث کرو جو نہایت ہی اچھا ہو۔“

دور حاضر دورِ فتن ہے ہم مسلمان ایک نہایت نازک دور میں سے گزر رہے ہیں  
اس دور میں ہماری سب سے بڑی مصیبت مصیبتِ دین ہے۔

سرکارِ عبید الساجدین امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہم السلام نے اپنی  
ایک دعائیں ارشاد فرمایا ہے:-

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلْ الدُّنْيَا الْبَرْهَمَنَا  
وَمَنْتَهَى عِلْمِنَا وَلَا تَسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا (صحیفہ کاملہ)

”اے مجبور! ہماری مصیبت ہمارے دین میں قرار نہ دے اور دنیا کو ہمارا سب سے  
بڑا دکر اور ہمارے علم کا انتہائی مقصد نہ بنا اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم  
پر رحم نہ کرے۔“



اس دینی مصیبت اور شدید ترین آزمائش کے ساتھ ساتھ :-

۱۔ سیاسی غلامی | مسلمانوں کو آج دنیا میں کہیں کامل آزادی اور حقیقی اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں، وہ جہاں آزاد بھی ہیں خارجی یا سامراجی سیاسی

اقتدار کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دنیا کی تمام قومیں حقیقتاً ان کے غلام ہیں، اگر سامراجی طاقتوں نے انہیں اپنا کرنے کی کوشش کی ہے تو اس کی وجہ ان کے اپنے سیاسی مصالح ہیں۔ اور مسلمانوں کے سلب آزادی کی ایک وجہ ان کی قبل از وقت ملکی فتوحات ہیں۔ جن کا رد عمل (REACTION) ہے کہ ہر قوم انہیں مختلف حصوں میں تقسیم کرنے اور دبائے رکھنے کی کوشش میں مصروف ہے اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ ہر اسلامی ملک میں جنگ اقتدار جاری ہے جو انہیں اپنی ملکی مشکلات کو حل کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی طرف متوجہ ہی ہونے نہیں دیتی۔ اگرچہ یہ ارباب سیاست کی دنیاوی مشکلات ہیں، لیکن دین بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے، جسے زیوجت لانا مقدمہ کتاب کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں کے ان مشکلات سے آزاد ہونے کا ایک وقت ہے، اس وقت کے متعلق کتب فریقین میں احادیث موجود ہیں۔ آخری الی نمائندے کی نسبت سرکارِ رسالت کا ارشاد ہے "بملاء الارض عدلاً وقسطاً کما ملئت ظلماً وجوراً" وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پُر کر دیجیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

دنیا کو ہے اس ہمہتی برہنہ کی ضرورت، جو جس کی نظر زلزلہ عالم افکار (اقبال) تاہم اس مقدمہ سے اس سیاسی پس منظر کا اتنا تعلق ضرور ہے کہ ہیں اس آنے والے وقت کے لئے اور اس آنے والے مقصود کے لئے اخلاقی معاشرتی اور تمدنی لحاظ سے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔



**تشت و افتراق** | ایک دینی مصیبت مسلمانوں کا تشت و افتراق ہے۔ تشت اور مصیبت ہے۔ اس نام و باب نے مسلمانوں کو کفر

مذلت میں گرا دیا ہے۔ تباہ و انحیالات اور عورت باخلیت۔ موعظہ حسنہ کی جگہ بنا کر

مکابروں اور مجادلوں نے لی ہے اور اس کی بڑی وجہ دین کو پیشہ بنا لینا ہے۔

سہ ماہ رسالتؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سے ڈرتا ہوں کہ تم کہیں دین کو ذریعہ معاش

نہ بنا لو، پیشہ ور ملّا اپنے پیشہ ورانہ سچکناؤں سے مخالفت کی آگ کو ہوا دے رہا ہے

**نئی نئی فرقہ بندیاں** | ایک دینی مصیبت اسلام کے نام پر نئی نئی فرقہ بندیاں ہیں

مدعیان نبوت و امامت پیدا ہوتے ہیں ان کی پشت پر

سیاسی اور سامراجی طاقتیں کام کرتی ہیں جن کا مقصد مسلمانوں میں ذہنی انتشار پیدا کرنا اور

انہیں کمزور بنانا ہے۔ ان مدعیان نبوت و امامت کے دعووں کو قبول کرنا مسلمانوں

کے معارف نبوت و امامت سے دور ہو جانے کی دلیل ہے۔ یہ مدعیان اصلاح

دنیا میں آکر رخصت بھی ہو جاتے ہیں اور دنیا پر سے بدلتے ہوئے جا رہی ہے۔ عالمی

مشکلات کا موجود رہنا ان کی ناکامی کی دلیل ہے اور دنیا میں کوئی سلیم و صالح انقلاب

رونما نہ ہونا خود ان کے دعوے کا بطلان ہے۔ مگر سادہ لوح مقلدین چہرہ ہی ان

کے دامن سے وابستہ ہیں۔ یہ ایک عجیب اندحیرت زائعہ ہے۔

**تذین کا فقدان** | ایک دینی مصیبت تہذیب کے دعوے کے باوجود تہذیب کا فقدان

ہے۔ اسلام کو محض رسمی طور پر اختیار کئے رہنا اور عمل کی طرف

قدم نہ بڑھانا اور اپنی سیرت میں انقلاب پیدا نہ کرنا دین کے وقار کو خیس لگا رہا

ہے۔ اس کی بدولت دین کا اعتماد انسانی دلوں سے اٹھتا جا رہا ہے۔

**قہری غلامی** | دین کی ایک بڑی مصیبت مسلمانوں کی ذہنی غلامی ہے۔ اسلام

جیسے مذہب کے عالمگیر اصولوں کے باوجود ہم آج مغربی تہذیب



و تمدن کے ذہنی غلام ہیں۔ اس حقیقت کی علامہ اقبال نے اس طرح ترجمانی کی ہے:-

اے گدائے ریزہ ازخوانِ غیر      بنس خود میجوی از دوکانِ غیر  
قدر شمشادِ خودش نشناختی      سرو دیگر را بلند انداختی  
مثل نے خود راز خود کردی نہی      بر نو اسے دیگران دم میہرنی

## اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن و تضاد پیریں ہیں

جب آپ اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن کے اصولوں کا جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت صاف طور پر واضح ہو جائیگی کہ اصولی طور پر ان میں تضاد موجود ہے آئیے ہم جائزہ لیں:-

### مغربی تہذیب و تمدن اسلام

۱۔ اسلام میں مذہب کا تصور یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کا مکمل قانون اور مفصل لائحہ عمل ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی پر حاوی ہے۔

۱۔ مغربی تہذیب و تمدن میں مذہب ایک شخصی اعتقاد ہے جس کا عمل زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ اسلام میں پہلی اور مرکزی چیز ایمان باللہ ہے۔

۲۔ مغربیت میں سرے اللہ کا وجود ہی مسلم نہیں

۳۔ اسلام کا پورا نظام تہذیب و وحی رسالت اور امامت کے اعتقاد پر قائم ہے۔

۳۔ مغربیت میں وحی کی حقیقت میں ہی شک ہے، رسالت کے منجانب اللہ ہونے میں ہی شبہ ہے اور امامت کی الٰہی نمائندگی سے انکار ہے۔

۴۔ اسلام میں آخرت کا اعتقاد پورے نظام اخلاق کا سنگ بنیاد ہے۔

۴۔ مغربی تہذیب و تمدن میں یہ بنیاد خود بے بنیاد نظر آتی ہے۔



۱۵۔ اسلام میں اعمال و عبادات فرض ہیں۔

۱۵۔ مغربیت میں اعمال و عبادات عسریہ جاہلیت کے رسوم ہیں اس کا کوئی عمل نائدہ نہیں۔

۱۶۔ قانون میں اسلام کا اصل اصول یہ ہے کہ خدا خود واضع قانون ہے مقرر رسالت اور ائمہ اہل بیت شاریعین قانون ہیں اور باقی انسان پابند قانون ہیں۔

۱۷۔ سیاسیات میں اسلام کا نصب العین حکومت الہیہ ہے۔

۱۶۔ مغربی تہذیب و تمدن میں خدا کو وضع قانون کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں دستور (Legislature) اور قوم دستور کو منتخب کرنے والی ہے۔

۱۷۔ مغربی تہذیب و تمدن کا نظریہ حکومت جمہوریت ہے (Democracy) مغربیت کا نظریہ حکومت ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے :-

*Govt of the people by the people for the people*  
 جمہور کی حکومت جمہور کے ذریعہ  
 جمہور پر

اسلام کا نظریہ حکومت ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے :-

*Govt of God by the Representatives of God for the Creation of God*  
 اللہ کی حکومت اللہ کے نمائندوں کے ذریعہ اللہ کی مخلوق کے لئے

۱۸۔ مغربیت کا کلمہ مقصود قومیت (nationalism) ہے۔

۱۸۔ اسلام کا نسخہ تمدنی نقطہ نگاہ سے بین الاقوامیت (Internationalism) ہے

۱۹۔ مغربیت کا سارا نظام معاشی سود منافع چور بانٹاری (Black marketing)

۱۹۔ معاشیات میں اسلام کسبِ حلال، اکلِ حلال، زکوٰۃ و صدقہ اور تحریمِ سود پر زور



پہلے رہا ہے۔

دیتا ہے اور صحیح معنوں میں (earn and distribute) کماتا اور تقسیم کرو

کا علمبردار ہے۔

۱۰۔ مغربیت کے پیش نظر دنیا کا فائدہ

ہے۔ ان کا مطمح نظر (Eat, drink

and be merry) "کھاؤ، پیو

اور خوش رہو" ہے۔ جس کی وجہ سے

اخلاقیات میں لذتیت (Hedonism)

اور اپیکوریٹ (Epicurism) کے

نظریات ظہور میں آئے جو ہندوستانی

وام مارگ کے اوتار ہیں۔

۱۱۔ مغربی تہذیب و تمدن عریانی، آزادی

نفس و فحش، یک زوجگی، مساوات مرد و

زن، حقوق ذوی الارحام سے آزادی

اور ضبط تولید میں مبتلا ہے۔

۱۲۔ اسلام اجتماعی مسائل میں شتر و حجاب

حدود زن و مرد، تعداد ازواج، قوانین نکاح

و طلاق، حقوق و فرائض زوجین، حقوق و

فرائض ذوی الارحام اور عدم ضبط تولید

اپنے ممتاز خط و خال رکھتا ہے۔

اسلام اور مغربی تہذیب و تمدن کے اس جائزہ کے بعد آپ سمجھ سکتے ہیں کہ

مسلمانوں کا تہذیب و تمدن کے لحاظ سے مغرب کی ذہنی علامی کو قبول کر لینا

تدین کی کس قدر عظیم مصیبت ہے۔ اس مصیبت عظمیٰ کا تذکرہ علامہ اقبال نے

بیان کر کے اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔

وائے نادانی کہ تو محتاج سناقتی ہو گیا مے بھی تو، مینا بھی تو، ساغر بھی تو، محفل بھی تو



شعلہ بن کے ہر ایک نے غماشک فریاد کیا۔ نوبت باطل کیا ہے نہ بات کہ باطل میں تو

بے غیرت ہو برائیتہ ایام ہے

تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اسلامی جوڑ توڑ | یہ بات بھی مسلمانوں کے ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مذہب اسلام جس کے لئے سرکار رسالت اور ان کی اہل بیت علیہم السلام نے

عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں صرف جوڑ (ADOPTION) کا ہی مذہب نہیں بلکہ توڑ (NEGATION) کا بھی مذہب ہے۔

اسلام کا بنیادی مسئلہ توحید ہے۔ جس کا اظہار ہر مسلمان کلمہ توحید سے کرتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - لَا إِلَهَ نَعْنِي - اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اثبات - یعنی ماسوا اللہ معبودوں سے توڑا اور خدائے وحدہ لا شریک سے جوڑا

اسلام کے ہر مسئلہ میں یہی اثبات و نفی موجود ہے۔ جس طرح توحید میں نفی و اثبات ہے اسی طرح نبوت میں بھی نفی و اثبات ہے۔ یعنی خاتم الانبیاء

سے متحد ہو جاؤ اور ان کے بعد ہر مدعی نبوت سے قطع لعلق کر لو۔

مسئلہ امامت میں بھی یہی نفی و اثبات ہے۔ ائمہ حق سے جو منصوص من اللہ اور معصوم ہیں اور یہاں تک با صوح کی شان رکھتے ہیں

تمسک کرو اور ائمہ باطل سے جو غیر معصوم ہیں اور تہذیب و عورت مالی الناس میں الگ ہو جاؤ۔ اس اثبات کو شرعی اصطلاح میں ایمان اور نفی کو تقویٰ کہتے ہیں قرآن حکیم میں انتہا درجہ کے نیک بندوں کا ذکر بھی ہے اور انتہا درجہ کے بُرے بندوں کا ذکر بھی۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نمرود کا اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ فرعون کا۔ آخر قرآن حکیم میں نمرود اور فرعون کے ذکر کی کیا ضرورت؟ یہ اس لئے

ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ذکر سے حضرت ابراہیمؑ سے محبت پیدا ہو۔ محبت



اتباع چاہتی ہے۔ اس لئے ہم اس محبت کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کا اتباع کریں  
نیکوں کو اختیار کریں۔

مزد کا تذکرہ اس لئے ہے کہ فرد سے نفرت پیدا ہوا اور ہم اس نفرت سے  
بدیوں کو ترک کریں۔

نیکوں سے جو اثرات (اور محبت کو تو لاکتے ہیں اور بدوں سے توڑ  
رہی) اور نفرت کو تبرا کتے ہیں۔ اگر ہم تو لاکتے ہیں نیکوں کو اختیار نہیں کرتے  
اور تبرا سے بدیوں کو ترک نہیں کرتے تو یہ تو لاکتے ہیں اور تبرا کے الفاظ بے معنی  
اور حقیقت سے عاری ہیں۔

افادیت تو لا و تبرا | اسی لئے حکیم اسلام سرکار ولایت علی مرتضیٰ ارواحنا  
لہ القدانے ارشاد فرمایا ہے:-

لا تکت من یحب الصالحین ولا یحل عملهم (نہج البلاغہ)  
ہم ایسے نہ بنو جو اللہ کے نیک بندوں سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور  
ان کے اعمال اختیار نہیں کرتے۔ یہ ہے تو لا کی افادیت

ولا تکت من ینقض المذنبین وھو احد منہم (نہج البلاغہ)  
ہم ایسے نہ بنو جو گنہگاروں سے بغض رکھنے کے مدعی ہیں لیکن عمل کے  
نقاط سے وہ ان میں سے ایک ہوتے ہیں یہ ہے تبرا کی افادیت اسلام  
چاہتا ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن سے ہم وابستہ ہو جائیں اور اجنبی اور  
خارجی تہذیب و تمدن کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ مصیبت  
اجنبی تہذیب و تمدن کی ذہنی غلامی ہے۔

خارجی تہذیب کی غلامی کا آغاز | اب ہمیں دیکھنا ہے کہ خارجی تہذیب  
و تمدن سے تار کی مرض مسلمان کو



کب اور کس طرح لائق ہوئی؟ ان اس متحدی مرض کے جو انہم کی تاسف و تالیف ہوئے۔  
رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا لہ الفدا کے بعد فتوحات کا دور شروع ہوتا ہے اور  
مسلمان تیس برس کے عرصہ میں دنیا کے بہت بڑے حصے پر چھا جاتے ہیں۔ سوال  
پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملکی فتوحات کے علمبردار اپنی تہذیب و تمدن کے مفتوح لوگوں  
ہوئے؟

مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ناک کے یہ فاتح تیس برس کے قلیل عرصہ میں  
اسلامی تمام خوبیاں کھو چکے تھے اور قیصر و کسریٰ کی تہذیب کے ذہنی غلام ہو چکے تھے  
ان میں جنگ اقتدار شروع ہو چکی تھی اس کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے مسلمان برہیل اور  
بڑے بڑے معمار سلطنت خواہ وہ محمد بن قاسم ہو یا موسیٰ بن نصیر یا ابوسلمہ خراسانی تلوار  
کے گھاٹ اتارے جاتے تھے۔ یا قید خانوں میں دم گھٹ کر مرتے تھے۔ بجائے بھائی کے  
ہاتھ سے قتل ہوتا ہے اور باپ بیٹے کے ہاتھ سے نذر برد کیا جاتا ہے۔ اسکے شواہد  
سنیئے ہر

۱۔ ایک روز حضرت ابوذر اصحابی غصہ میں بھرے ہوئے گھر آئے۔ سبب دریافت  
کیا گیا تو کہنے لگے، ہم ان لوگوں میں کوئی عمل بھی رسول اللہؐ کا نہیں پاتے۔ سوائے اس  
کے کہ نماز باجماعت پڑھ لیتے ہیں، امام مالک نے روایت کی ہے کہ جو باتیں ہم پہلے پاتے  
تھے ان میں سے ایک بات بھی اب نہیں دیکھتے۔ بخراہم کے کہ اذان دے لیتے  
ہیں۔ زہری بیان کرتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس دمشق میں گئے تو ہم نے انس  
کو روتا پایا۔ سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو باتیں ہم عہد رسول اللہؐ میں پاتے تھے اب  
ان میں سے ایک بات بھی نہیں دیکھتے۔ سبب مفقود ہیں، مگر یہ نماز رہ گئی ہے سو وہ بھی  
ضائع کر دی گئی (صحیح بخاری جلد ۳۱۵، اغاثۃ اللفان لابن قیم ص ۱۰۸)

۲۔ عبدالرحمن بن سہل انصاری حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ایک جہاد کے



سلسلے میں شام گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اونٹوں پر شراب کی بھری ہوئی مشکیں جا رہی ہیں۔ عبدالرحمن آگے بڑھے اور انہوں نے اپنے نیزہ سے ان مشکوں کو چاک کر دیا، غلاموں نے مزاحمت کی اور یہ خبر حضرت معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا، چھوڑ دو اس بڈھے کو اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ عبدالرحمن نے کہا، میری عقل نہیں گئی۔ مگر رسول اللہؐ نے ہم کو ممانعت فرمائی ہے کہ شراب ہمارے مشکوں اور ہمارے غلاموں میں داخل نہ ہو۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۹، اسبابہ جلد ۲ ص ۲۰۱)

آج بھی مغربی تہذیب و تمدن کے علمبردار پابند اسلام لوگوں کو بوجہ وقت اور عقل سے عاری کہتے ہیں۔ ہوتے ہوئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ یزید حبیباً فاسق و ذابو مسلمانوں کے امور کا وائی قرار دیا گیا۔ جس کے متعلق داقدی نے عبداللہ بن غفلہ کی زبانی نقل کیا ہے۔ "خدا کی قسم ہم کو یزید کی حکومت میں یہ نوبت ہو گیا تھا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر نہ برسے، وہ الیہ شخص تھا جو اپنی موت ملی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں تک کو نہ چھوڑتا تھا، اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور تہاز کو ترک کرنا تھا" (صواعق محرقة ص ۱۲۵ مطبوعہ مصر)

**مقصود شہادت حسینؑ** جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ ستمان کمانے والے اس طرح اسلام کی تخریب کے درپے ہیں تو سرکار شہادت نے اپنی عظیم الشان قربانیوں سے اسلام کو حیات ثانیہ عطا فرمائی۔ آج ہم اپنے مظلوم امام کی شہادت کی یاد گار اس لئے مناسبت ہے تاکہ براہیوں سے دور رہیں اور اجنبی تہذیب و تمدن سے محفوظ رہیں۔ ہم محاسن حبیبیہ میں روتے اور آنسو بہاتے ہیں اور اظہارِ مصح و ملال کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے انسانیت ہے جسے ہر حال ہونا ہی چاہئے۔ مگر سرکارِ شہداء کا بلند نصب العین ہم سے کچھ اور چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم براہیوں سے نفرت کریں، اور نیکیوں کو اختیار کریں اور اپنی سیرت کو حسینی



کردار کے سامنے ہیں ڈھلنے کی کوشش کریں حسین علیہ السلام سے حریت کا سبق لے کر ہر قسم کی غلامی کو دور کریں خواہ وہ سیاسی غلامی ہو یا ذہنی غلامی اس لیے عقائد کو ہر وقت معترضی سیلاب کی زد میں ہیں اس قدر مضبوط و مستحکم کر لیں کہ اپنی تہذیب و تمدن کے دلوں ان اس کے فقیر و محتاجیت سے سرگرا کر لیں اور یہی مادی اور روحانی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اپنی تہذیب و تمدن سے محفوظ رہنے کا واحد علاج معنوی تہذیب محمد و آل محمد علیہم السلام سے منسلک ہے۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے سے خیر نہ مجھ کو کر سکا جلوہ دانش فرنگ مہر ہے میری آنکھ کا خاک و تیرہ بخت

**خاک شفا کے گریلا بھی حقیقتاً خاکِ نجف ہے۔ چنانچہ جناب گریلا وادی السلام** | میر علیہ السلام نے فرمایا ہے: بابی الحسین المقتول بنظر الکائنات

میرا باپ حسینؑ پر فدا ہو جو کوفہ کی لاش پر شہید کئے جائیں گے اس کلام سے ظاہر ہے کہ گریلا بھی ظہر کوفہ ہے۔ پس یہ سرزمین بھی وادی السلام میں ہی داخل ہے۔ جو بنی نوع انسان کے لئے ہر قسم کی سلامتی کا مرکز ہے۔ خاکِ شفا تمام انسانی امراض کا علاج اور ان کے لئے باعثِ شفا ہے۔ خواہ وہ سیاسی غلامی کا مرض ہو یا ذہنی غلامی کا علاج۔ جنگِ اقتدار کا عارضہ ہو یا نئے مدعیانِ نبوت و امامت کی پروری کی بیماری حسین علیہ السلام نے ختمِ نبوت کی تفسیر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خون سے لکھی۔ اگر نیکو اعمال کے بعد کسی نبی نے مبعوث ہونا تھا تو حسینؑ کو اس طرح گھر بار لٹانے اور اپنا اور اپنے عزیز ترین اولاد و اقربا و اصحاب و انصار کا خون بہانے کی کیا ضرورت تھی۔ آنے والے اگر خود اسلام کی بگڑی بنالیتا حسین علیہ السلام کا تذکرہ انسان کو فسق و فجور، ظلم و استبداد سے بچاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد مجالسِ عزائے حسینؑ کے متقدمین خیر والات میں کیا ہماری ذہن قوم ان پر غور کرے گی؟

**چند سوالات** | ۱۔ کیا ہم ان مجالس کے ذریعہ جو تعلیماتِ الہیہ کی تربیت گاہ ہیں



مقصود شہادتِ حسینؑ کو پورا کر رہے ہیں۔ مجالسِ عزاء میں ایک آواز کو نجی رہتی ہے۔ اس نکتہ سے آپ کو لطف آئے گا، ”میرے اس کلام سے اہلِ بوم محفوظ ہوں گے“ میرے اس قصیدہ سے آپ وجد میں آجائیں گے، کبھی یہ آواز سنانی نہیں دیتی کہ ”میرے اس کلام سے آپ کی میرت میں انقلاب آجائے گا“ ”میرے اس بیان سے آپ الیساں جائیں گے جیساں حسینؑ آپ کو بنانا چاہتے ہیں“

۲۔ کیا ہماری ان مجالسِ عزاء سے جذبہٴ حریت کی تخلیق ہوتی ہے، مجھ میں، اور آپ میں وہ حضرات جذبہٴ حریت کیا پیدا کر سکتے ہیں جو مجالسِ عزاء کے منہر سے اترنے کے بعد کعبہٴ امارت کا طواف کرتے نظر آئیں، رؤسائے ملت کا جنگِ اقتدار میں ”آلہٴ کائنات“ ہو جائیں اور ان کے ہر قول پر لبیک کہیں، ایسے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ رؤسا کی خامیوں کو تذییر سے دور کر سکیں۔ ان کے افعال غیر شرعیہ پر تنقید کر سکیں۔ انہیں اسوۂ سرکار محمد و آل محمدؑ پر لا کر ان کی آخرت بنا سکیں۔

۳۔ کیا ہماری یہ مجالسِ عزاء ہمیں اجنبی تہذیب و تمدن کی غلامی کے جوئے سے آزاد کر سکتی ہیں جبکہ مجالسِ عزاء کے سامعین کی تفریح طبع کے لئے ہر فلمی گلے پر قصیدے بتائے جا رہے ہوں اور تان سین کو نیچا دکھانے والی طرزوں میں گلے جا رہے ہوں۔ ہم۔ کیا ہماری یہ مجالس ہمارا تزکیہٴ نفس کر سکتی ہیں جن میں اکثر ذاکر دل اور خطیبوں کی یہ انتہائی گوشش ہو کہ دوسرا ذکر اور واعظ اپنے بیان میں ناکام رہے اور اسی ذاتِ شریف کو مجلس میں فروغ ہو، اس کی طاقتِ لسانی کا ڈنکہ بجتے لگے اور اسے مجالسِ عزاء کی زیادہ سے زیادہ دعوتیں ملیں“

۴۔ کیا ہماری یہ مجالس صحیح عقائد کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں جن میں عوام کو خوش کرنے کیلئے حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ ہو، تفسیرِ الراء کو متارخِ علم و حکمت سمجھا جائے اور اللہ نے کیلئے واقعہٴ کربلا کی نئی نئی روایات ایجاد کر کے صاحبانِ عصمت و طہارت پر افتر کیا جائے۔ اور انکی



تفتیشِ شان کی جائے۔

۶۔ کیا ہماری یہ مجالس اعمالِ صالحہ کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں جن میں تندرین نام کو نہ ہو۔  
 ۷۔ کیا ہماری یہ مجالس ہمیں جنابِ اقتدار سے الجھنے سے بچا سکتی ہیں جن میں ناکرانا کر  
 سے ہر سر پر پیار ہو، خطیبِ خطیب سے دستِ و آریاں ہوں، امامِ بارگاہ سے سے لڑ رہا ہو  
 مجلسِ مجلس کو چیلنج کر رہی ہو، حلقہٴ مائتہ حلقہٴ مائتہ سے دھینکا شتی میں معروف ہو، حسین مظلوم  
 کے عزادارو! اور ذاکر و انجدا کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو نبھوں کرو۔ کروڑوں روپیہ جو ان  
 مجالس پر صرف ہو رہا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو پورا کر کے  
 سرکارِ احدثیت، سرکارِ رسالت اور سرکارِ الیہ معصومینؑ سے سرخروئی حاصل کرو۔  
 عارفِ ربانی علامہ شیخ جعفر شوشتری کی تقریرات کے ترجمہ کی نشر و اشاعت کا مقصد  
 صرف یہی ہے کہ آپ کو بھولا ہوا سبق یاد آجائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مواقع سے فائدہ  
 اٹھانے کی توفیق دے اور مرحومہ شہینہ بانو کو اس کے ثواب سے مستفید کرے اور  
 حبیبِ لبیب الحاج حسین بخش سہدانی کو مشاب و ماہور فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

محمد و آل محمد کا بھٹاری

محمد لطیف انصاری



باسمہ تعالیٰ

## المجلس التاسع

في

## موعظة شهر رمضان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خطبة

سُبْحَانَكَ يَا إِلَهِي وَبِحُجَّتِكَ لَا أَحْصِي بِشْنَاءُ عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى  
 نَفْسِكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا مَلِكَ يَا قُدُّوسَ يَا مَبْدَأَ الْأَرْكَانِ  
 وَالْأَصُولِ يَا وَلَهَبَ النَّفُوسِ وَالْعُقُولِ يَا مَنْ خَرَقَ عِلْمَهُ بِالْهَيْئِ غَيْبِ  
 الْبَهْرَاتِ وَأَحَاطَ بِهِ عَلَى جَمِيعِ الْمَوْجُودَاتِ وَخَلَقَ مَا خَلَقَ مِنْ دُونَ أَعْمَالِ  
 الرُّبُيَاتِ وَأَحْصَى عَدَدَ الْأَشْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ خُذْ لِي عَلَى نِعَمَاتِكَ وَكَفِّ  
 عَنِ نِعَمَاتِكَ وَتَشْكُرْ عَلَى الْإِيمَانِ وَالشُّكْرِ عَلَى الْإِيمَانِ وَتُسَلِّمْ عَلَى  
 نَبِيِّكَ أَكْرَمِ أَصْفِيَائِكَ وَأَفْضَلِ أَنْبِيَائِكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ أَيْمَةِ الْهُدَى  
 وَمَصَائِيحِ الدُّجَى وَأَعْلَامِ التَّقَى وَذَوِي النُّفَى وَكُهْفِ الْوَدَى وَوَرْدَةِ  
 الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنَ اللَّهِ أَفْضَلِ الْحَيَّةِ وَالْثَنَامِ أَدَامَتْ الْأَرْضُ  
 وَالسَّمَاءُ.

الدُّعَاءُ

إِلَهِي إِلَهِي لَمَّا عَصَيْتُ حِينَ عَصَيْتُكَ وَأَنَا بِرُبُوبِيَّتِكَ جَاهِدُ  
 وَلَا بِأَمْرِكَ مُسْتَخَفٌ وَلَا لِعَقُوبَتِكَ مُتَعَرِّضٌ وَلَا لَوْعِيدِكَ  
 مُتَهَامُونَ وَيَكُنْ خَطِيئَةً عَرَضَتْ وَرَسُولَتْ لِي نَفْسِي وَعَرَّ لِي سَتْرُكَ  
 الْمُرْخِي عَنِّي فَتَدَّ عَصِيَّتِكَ فَالآنَ مِنْ عَذَابِكَ مَنْ يَسْتَنْقِذُنِي وَ



مِنْ اَبْدِي الْغَضَاءِ مِنْ خِلَافِي وَعَجِبْ اَنْ اَنْتَ فَطَعْتَ عِبَادَكَ  
عَنِي

”میرے معبود! میرے معبود! میں نے تیری نافرمانی ایسی حالت میں نہیں کی ہے  
کہ تیری ربوبیت سے انکار کرتے والا ہوں۔ میں تیرے حکم کا استغاثہ کرتے والا نہیں  
ہوں، تیری ہزار پر اعتراض کرنے والا نہیں ہوں اور میرے وعدہ عذاب کی توہین کرنے  
والا نہیں ہوں، گناہ مجھے عارض ہو گیا۔ میرے نفس پر چھا گیا۔ اور تیری ڈھیل دینے  
والی پردہ پوشی پر میں مشرور ہو گیا۔ میں نے تیری نافرمانی کی۔ پس اب تیرے عذاب  
سے مجھے کون نکلے والا ہے۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں سے مجھے کون بچا سکے والا  
ہے۔ جب تو نے اپنی ایسی کو مجھ سے منقطع کیا، اب میں کس کی سی اتصال پیدا کروں؟“  
ان فقرات سے کہ جو بیان ہوئے ہیں غرض یہ ہے۔ ”الْحَيَاةُ وَالْمَوْتُ“ اور انسان  
گناہ کرے تو یہ بھی جان لے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ جو جہنم زدگان  
میں لوگ۔ اس روحانی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ اس طرح گناہ کرتے ہیں کہ گویا  
انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اقرار ہی نہیں کیا۔ اس طرح پوری دلجمعی سے اللہ کی نافرمانی  
کرتے ہیں گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے منکر ہو گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود اللہ ہے ”صِبْغَةَ اللّٰهِ“ اللہ کا ایک رنگ ہے  
”فَطَرَةُ اللّٰهِ“ اللہ کا ایک قانون ہے۔ اس کی ہستی کا اقرار انسان کا جہد و فطرت ہے  
اگر ایک لڑکے کا بھگنل اور بیابان میں نشوونما پائے اور اس کی تعلیم و تربیت بھی نہ ہو  
تو بھی وجودِ صانع کا اقرار اس کے دل میں موجود ہے۔ یہی فطرت اللہ ہے یہی صِبْغَةُ اللّٰهِ  
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فرقے خدا کے معتقد ہیں۔ ہر مذہب خدا کا قائل ہے۔ مثلاً  
دہریہ اور حکمائے طبعیین جو کہتے ہیں کہ اس عالم کا انتظام دہر کرتا ہے یا طبیعت  
انجام دیتی ہے۔ وہی دہر وہی طبیعت ”خدا“ ہے۔ انتہا یہ ہے کہ انہوں نے صانع



عالم کے لئے اچھا نام تجویز نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق جس نے انہیں پیدا کیا ہے، دہرا اور طبعیت بے شعور ہیں۔ حالانکہ وہ اس طرح کی مخلوق کو کس طرح پیدا کر سکتے ہیں جس کی خلقت عقل و حکمت پر مبنی ہو۔ اس حکیم مطلق نے دودھ پینے والے بچے کے منہ میں دانت پیدا نہیں کئے۔ اگر شیرخوار بچے کے دانت ہوتے تو دودھ پینا اور دودھ دینا ممکن نہیں تھا۔ اس کے بعد جب بتدریج غذا لینے اور غذا کھانے کا زمانہ قریب ہوتا ہے تو تدریجاً دانت عطا ہوتے ہیں۔ اور سخت غذاؤں کے مضہم کرنے کی قوت مرحمت ہوتی ہے تاکہ جسم کے ارکان مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔ یہاں تک کہ انسان حد کمال کو پہنچ جاتا ہے اگر خالق دہر ہوتا یا طبعیت ہوتی جو بے شعور ہیں تو اس طرح کیسے ہو سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت انتہائی شعور سے انجام دی گئی ہے۔ اور یہ تمام ارتقائی افعال شعور کا نتیجہ ہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم خالق مہربان کو دہر کے نام سے موسوم کر کے بے ادبی نہ کریں۔ مگر وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔

الغرض تمام مذاہب و ادیان ایک معبود اور پور دگار کے قائل ہیں۔ البتہ بعض انسانوں نے اس زمانے میں انکار کو اختیار کیا ہے اور دل سے منکر خدا ہو گئے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال و آثار سے ظاہر ہے۔ دعائیں عرض کیا گیا ہے الہی الہی لم أعصِکَ حین عصتکَ وانا بربوبیتکَ جاحد۔ اسے معبود! اگر میں نے تیری نافرمانی کی تو تیری ربوبیت کا منکر ہو کر نہیں کی، اگر تو خدا کی ربوبیت کا منکر ہو کر گناہ کرتا ہے اور بات یہاں تک پہنچ چکی ہے تو تجھے آگاہ ہونا چاہئے کہ منکر خدا کے لئے مغفرت نہیں ہے۔ چند گناہ ایسے ہیں کہ جن میں مغفرت کا امکان نہیں۔ اگر تو منکر خدا ہوا اور پھر تمام دنیا کے شہیدوں جتنا درجہ شہادت حاصل کرے تو بھی تیری مغفرت نہیں ہو سکتی۔ تجھے



گناہ ہونا چاہئے، اگر نہ وہ بال خدا کا انکار تیرے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ تو اس کیفیت کو ہم دور کرتا چاہتے ہیں۔ تاکہ تیری ہلاکت کا سبب نہ ہو جائے۔ ایسے ہی استغاثات امر الہی اللہ تعالیٰ عزوجل سے، اور جلالہ کے احکام کو سبک کہنا اور معمولی جانا ہے۔ استغاثات امر الہی کے متعلق دعائیں عرض کیا گیا ہے وہاں بامورک مستحکم یعنی تیرے معبود والہیں ملتیں۔ نافرمانی کی ہے تو تیرے احکام کو سبک سمجھ کر نہیں کی۔

امرائی کو سبک اور معمولی سمجھنے کی مثال اس طرح ہے کہ انسان کن گناہ کو عینتِ حرم | مرتکب بھی ہوا اور پھر یہ بھی کہے۔

۱۔ انسان خدا کی اطاعت کیوں کر ہے؟

۲۔ یہ کیا گناہ ہے؟

۳۔ اس گناہ کا عذاب کیا عذاب ہو گا؟

اس قسم کے کلمات استعمال کر سنے والا انسان احکام الہیہ کو معمولی اور سبک سمجھ رہا ہے اور استغاثات کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کی بھی مغفرت نہیں ہو سکتی ایسے ہی وعدۂ عذاب پر اعتراض کرنے والا اور احکام الہیہ کی توہین کرنے والا ہے، اگر کوئی شخص امر الہی کی توہین کرے، کیسے ممکن ہے کہ وہ بخش دیا جائے۔ فارسی ضرب المثل ہے۔

”خار را از پا بیرون می آوری و لے بجشم داخل میکنی“ یعنی تو کانٹے کو پاؤں سے نکال کر آنکھ میں داخل کرتا ہے۔ یہی کہاوت موجودہ زمانے کے ان اوباش انسانوں پر صادق آتی ہے، جو کہتے ہیں ”ہم سرکار سید الشہداء کا ماتم (سینہ زنی) بھی کرتے ہیں اور شراب بھی پیتے ہیں، ہم سید الشہداء کی عزاداری پر روپیہ بھی خرچ کرتے اور شراب بھی پیتے ہیں، اس وقت یعنی بروز قیامت سرکار سید الشہداء کی برکت سے ہماری مغفرت ہو جائے گی“

اے بدنصیب انسانو! کیا یہ ممکن ہے کہ سرکار سید الشہداء دشمن خدا سے



دوستی کریں، آگاہ ہو جاؤ، کہیں یہ امر تمہاری ہلاکت کا سبب نہ ہو اور تمہاری شہساری کا سبب نہ ہو جائے پس جو گناہ بخشے جائیں گے وہ اس قسم کے گناہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایسے گناہ ہیں جو انسان سے غفلت میں یا غلبہ نفس و خواہش و بغیرہ سے صادر ہوئے ہیں۔ ہم نے ان امور کا ذکر شہادت کے طور پر نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کیا ہے کہ اصلاح اعمال ہو جائے۔ دین میں سب سے پہلی بات اللہ کی معرفت ہے اس کے بعد دین کی آخری بات محاد یعنی روز قیامت پر عقیدہ ہے۔ سرکار ولایت امیر المومنین علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ **رحمہ اللہ امر عتقکم من ائین و فی ائین والی ائین**؛ خدا ایسے انسان پر رحم کرے جو یہ غور کرتا ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں اب کہاں ہوں؟ اور میں کس طرف پلٹ کر جانے والا ہوں؟ یہ تین باتیں ہیں جن کا امیر المومنین علیہ السلام نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں سوالوں پر خوب غور کیجئے کہ ہمارے پاس ان تینوں سوالوں کا کیا جواب ہے۔ آج سے اسی سال پیشتر تم میں سے کسی کا وجود تک نہیں تھا۔ اور بالکل تم میں سے کسی کا وجود تک نہیں تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے نہیں تھے۔ اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد میرا ادا آپ کا وجود تک نہیں ہوگا۔

**معرفت کی بنیاد** | دین کی پہلی بات یہی ہے کہ ہم خدا کو پہچانیں۔ اللہ کی معرفت کے بغیر اور ان کے اوصیائے کرام امیہ اہل بیتؑ کی معرفت کے بغیر کسی چیز کا فائدہ نہیں۔ اگرچہ تو صائم الدہر ( ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہو) اور قائم اللیل (ساری رات نماز میں کھڑے رہنے والا ہو) ان کی معرفت کے بغیر اعمال کا کوئی پھل نہیں ملے گا۔ پس کوشش کیجئے کہ دینی کیفیت صحیح طور پر پیدا ہو جائے، اللہ کی معرفت، سرکار رسالت م کی معرفت اور امیہ اہل بیت کی معرفت حقیقی طور پر حاصل ہو جائے۔

ان معرفتوں کی بنیاد اور ان میں سب سے اول اللہ کی معرفت ہے۔ پس



كَلِمَاتٍ مِّنْ تَحْمِيلَةٍ بِأَوْهَامِكُمْ فَتُخْلَقُونَ لَكُمْ مَرْجُؤُاْ إِلَيْكُمْ

کن ذی العادلات ورضوا ضلاً لا یعیباً وخصوا وخصوا انا مبدینا  
 عماروں اور گروانوں نے مجھ کو کہا اور انہوں نے تمہاری کراچی اختیار کی ہے  
 اور کھلم کھلا گڈاٹے کا سودا اختیار کیا ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:۔

جَلَّ رَبِّيَ عَن ذَالِكَ جَلَالًا وَعَمَلَى عَمَلُهُ مِثْلَانَا هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْمَكَانَ  
فَلَا مَكَانَ لَهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْأَجَالَ فَلَا أَجَلَ لَهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْمَحَلَّ فَلَا  
مَحَلَّ لَهُ كَمَا إِنْ مَعْرِفَتُهُ إِنْ تَقُولُ إِنْ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهُ مَوْجُودَانِ كَمَا  
أَتَيْنْتَ عَلَى نَفْسِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا يَعْلَمُ كَيْدَهُ ذَاتَهُ الشَّرِيفُ  
الْأَعْلَى فَكُلَّمَا يَجْسِي يَنْظُرُ أَكْوَافَهُمَا مَكَانَ نَفْسِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ عَن ذَالِكَ  
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَجْهَهُ هَذِهِ الرَّحْلَةُ مِنْ مَرَاكِحِ التَّنْزِيهِ لِلرَّبِّ  
فَصَاحِلِ التَّنْزِيهِ إِنَّهُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ مَوْجُودِ الزَّمَانِ وَلَا يَشْفَلُهُ الْمَكَانُ



میرا پالنے والا اس سے بزرگ ہے جو بزرگ ہو نہایت حق ہے اور وہ تمام کے لحاظ سے اس سے بلند و بزرگ ہے  
وہ وہی ہے جس نے مکان کو پیدا کیا۔ پس اس کیلئے کوئی مکان نہیں ہے وہی ہے جس نے مدائن کو پیدا کیا پس  
اس کے لئے کوئی مدت نہیں، وہ وہی ہے جس نے محل کو پیدا کیا، پس اس کے لئے  
کوئی محل نہیں۔ اس کی کمالی معرفت یہی ہے کہ تو کہے کہ لَقْنِیْنَا اللّٰہَ عِیْلَ جَبَالُہُ موجود ہے  
اسے مجبور تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے بنفس نفیس اپنی تعریف کی ہے۔ سرکار رسالت محمد  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص خود اس کے سوا اسکی  
کہن ذات کو نہیں جانتا پس جو کچھ تمہاری نظریں آئے یا تمہارے اذان میں سمائے اس  
کے متعلق کہہ دو کہ میرا پالنے والا اس سے پاک و منزہ ہے میرا پالنے والا اس سے بلند  
و بزرگ ہے اور اسی کے لئے محمد ہے۔ یہ تخریب الہیہ کی منزلوں میں سے ایک منزل  
ہے۔ اس تخریب کا نام تحصیل ہی ہے کہ اللہ نے اپنے کی گزرگاہ کے مقام پر نہیں ہے  
اور اسے کوئی مکان نہیں طہیرتا۔ اور وہ مخلوق کے خلق کرنے سے پہلے موجود تھا  
امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ خالق تھا جبکہ کوئی مخلوق موجود نہ تھی  
وہ رب تھا جبکہ کوئی پرورش پانے والا موجود نہ تھا، وہ عالم تھا جبکہ کوئی معلوم موجود  
نہ تھا۔

یہ جزئیات تو حید میں سے ایک بترو ہے۔ تجھے جان لینا چاہئے کہ تنزیہ الہیہ سے  
الحادث تک ان منازل دین کے سوا کوئی منزل نہیں ہے۔ دین کی منزلوں میں سے ایک  
منزل اعتقاد و آخرت ہے جس کے لئے تو مملکت امراض میں مبتلا ہے اور تجھے ایسا  
عارضہ ہے جو ہلاکت کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہ امر آخرت ہے جس میں تجھے شک ہے  
ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایک شخص کہہ رہا ہے میرے گھر میں



ایک سیر عزیز مرلض ہے یہی ایک ال کی حالت ہے بے خبر ہوں اسے بچاؤ  
 انسان کہ تیری عمر پینتیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے تو مرلض ہے تجھے موت دینا  
 کا تپ لازم (دق) ہے تو اپنی مرض سے کیوں بے خبر ہے تو اپنی جان ہرنے کے  
 لئے کہتے ہیں سے بڑھ کر تیرا کوئی عزیز نہیں بعد و بعد کیوں نہیں کرتا اگر امر آخرت  
 میں تنک کا مرض اور دوسرے تمام عوارض واستقام اسی طرح جاری رہے تو تیری  
 روح جاتی ہلاکت کا سبب ہوں گے (اور دوسروں کی خبر تیری سے پہلے اپنے  
 امراض واستقام کی طرف متوجہ ہوں)

آج میں چاہتا ہوں کہ مرنے کی کیفیت کو بیان کروں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے  
 کہ تیرے مرنے سے کیا مراد ہے تیرے مرنے کے کیا معنی ہیں۔ کیا تیرا مرنا بھی گدھے، بچہ  
 یا کتے کا مرنا ہے؟ یا کسی اور طرح پر ہے۔ تیرے مرنے اور بچہ اور لپٹو کے مرنے  
 میں فرق ہے یا نہیں۔ بچہ اور لپٹو روح بنیادی رکھتے ہیں مرنے میں اندنم ہو جاتے  
 ہیں۔ یہ تجھے ان سے جدا کرنا چاہتا ہوں، تو مر جائے گا مگر نتم نہیں ہوگا اسبجہ  
 شیریں سواری سے اتار کے پیادہ کر لیں گے، شیریں سواری (بدن) کو تجھ سے لے لیں گے  
 پیادہ ہوتے پر تجھے جھاننا چاہئے کہ تو کہاں جائے گا اس وقت تجھے اپنے مرنے  
 اور حیوانات کے مرنے میں فرق معلوم ہو جائے گا۔

مجھے چاہئے کہ میں پہلے تیری زندگی بیان کروں پھر موت کا تذکرہ کروں، کیا تو  
 سمجھتا ہے کہ بوزخ میں تیری کیا حالت ہوگی اور اس کے بعد جو حالتیں ہیں۔ ان  
 میں سے کیونکر گزرتا پڑے گا۔ تو زندگی بسر کرنے کے بعد مرنے کے وقت اپنی  
 سواری (بدن) سے کس طرح جدا ہوگا۔

اپنے مرنے کو غور سے سن لے تاکہ میں تجھے حیوانات سے الگ کر کے دکھلاؤں۔ اب  
 میں زندگی کی کیفیتوں کو بیان کرتا ہوں تاکہ تیری سمجھ میں آجی طرح آجائے کہ تو کس طرح



متفرق کیا جائے گا پھر کس طرح جمع کیا جائے گا۔ اگر آپ کو کوئی اس طرح دعا دے کہ آپ ہزار سال زندہ رہیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ وہ آپ سے مذاق کر رہا ہے۔

الْحَبِيبُ أَحَدُكُمْ لَوْ لَجِمْنَا الْفَتْمَةَ

کیا آپ میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ ہزار سال زندہ رہے، کیا آپ پانچ سو سالہ زندگی کو پسند کرتے ہیں؟ کیا آپ میں سے کوئی ایک سو بیس سال زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اس وقت آپ کی حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگ آپ کے منہ میں لقمہ ڈالیں، آپ کے پیٹے اور ان کی بیویاں بددعائیں دے رہی ہوں گی کہ اس بڈھے کی یہ خوراک اس کے لئے سانپ کا زہر ثابت ہو۔ اس وقت یہ حالت ہو جائے گی کہ آپ خود طہارت نہیں کر سکیں گے، دوسرے لوگ استنجا کریں گے۔ ان حالات میں مرنے کے لئے کچھ غور و فکر کرنا چاہئے۔ مرنے کے لئے کوئی تدبیر سوچنا چاہئے۔ کس زندگی میں غور کرنا چاہئے۔ ہمارا ایک خالق ہے۔ انسان کثافتوں میں آلودہ ہے، اور وہ خالق مہربان انتہائی لطافت میں ہے۔ وہ انسانوں سے بزرگ و بالاتر ہے۔ اگر وہ آپ سے سببت یا مساوی ہوتا تو آپ کو خلق کس طرح کرتا۔ اسی طرح وہ آسمانوں اور زمینوں سے اور اس سے جو کچھ ان میں ہے روشنی اور تاریکی سے عقل سے ملائکہ معزین و معظمین سے بزرگ و برتر ہے۔ اگر ان سے سببت یا ان کے مساوی ہوتا تو انہیں خلق کس طرح کرتا۔ وہ تمام موجودات سے بزرگ و برتر ہے۔

اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تیرے دو جسم خلق کئے ہیں اور چار روہیں خلق کی ہیں۔ تین روہوں میں حیوانات شریک، ایک روح ایسی ہے جس میں تو حیوانات سے ممیز و ممتاز ہے۔ اس روح میں حیوانات تیرے شریک نہیں ہیں۔ یہی وہ روح ہے جو قیامت کے دن کہے گی۔

يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ إِنِّي الْمَقْرُ



”انسان کے کمال آج کے دن مجھنے کی جگہ کمال ہے“

ارشاد ہوتا ہے :-

كَلَّا لَا تَتَذَكَّرُ اِلَّا رُبَّمَا يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ

بِدُخَانٍ مُّطْمَئِنٍّ يَبْشُرُ الْاِنْسَانَ بِمَعَادٍ اَتَمٍّ وَارْتَوٍ

ایسا نہیں ہو سکتا، اس کے لئے آج تیرے رب کے پاس ٹھکانا نہیں۔ آج

انسان نے جو اعمال کئے، اس کا بدلہ پائے گا۔

ان دو بدنوں میں سے ایک تیرا بدن جسم مادی ہے۔ وہ ایک صورت بھی رکھتا

ہے۔ یہ بدن عنصری ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار اعضا اور چار ہزار قوتیں

قرار دی ہیں۔ اس کے علاوہ اس جسم میں شریانیں اعصاب پیچھے اور رگیں ہیں اور

گونا گوں اقسام کی ہیں۔ بعض کی شکل حرکت کی ہے۔ بعض کی شکل الفت نام کی ہے

بعض بڑی ہوتی ہیں بعض کی شکل گھنڈی کی ہے۔ اور بعض کی شکل گھنڈی کے مقام

سی ہے۔ پس اس صانع عالم نے جسے تو نہیں پہچانتا انہیں رگوں اور ہڈیوں سے

جوڑا ہے۔ اس نے انسانی بدن میں مختلف رگوں کو قرار دیا ہے۔ بعض موتی ہیں اور

بعض نازک ہیں بعض رگیں شعری ہیں جو باریک بال کی طرح ہیں اسے بہ مرآت

انسان تیرے بدن میں ایک رگ ہے جو بال سے بھی زیادہ نازک ہے۔ وہ کچھ کھالی

اور اندر سے خالی ہے۔ بے انصاف غور کر کہ اسے کس نے درست کیا ہے؟ اور کس

نے اس میں سوراخ پیدا کیا ہے۔ اسے کھوکھلا رکھا ہے؟ تاکہ اس میں ہوا داخل ہو سکے

اور اسے خوراک پہنچ سکے۔ یہ بھی رگ کی ایک قسم ہے۔ ایک اور قسم کی رگیں ہیں

جن کے ایک طرف خون کی جگہ ہے، دوسری طرف ہوا کی جگہ ہے۔ اور ان میں زندگی کو

جاری و ساری کیا ہے جو اجرائے روح کی جگہ ہے اور محل اذیت ہے اسے خون

کے جاری رہنے کی جگہ سے نیچے رکھا ہے۔ اور جو محل اذیت نہیں ان سے مجرائے



روح رگ کو ادھر رکھا ہے۔ ان صنائع الہیہ پر غور کرو اور کہو۔  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَقًّا نَقًّا

کوئی معبود نہیں مگر اللہ، وہی حق ہے، حق ہے۔

بیب آپ میں سے کوئی ان صنائع الہیہ کو سننے تو الہی عظمت و جلال پر توجہ کرنا چاہیئے۔ پھر اپنی حالت پر نظر کیجئے اور کہیئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ پھر سرکارِ احدیت میں عرض کیجئے۔ پالنے والے! میں اپنے اس اقرار کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے اس اقرار کو میری موت کے وقت اور منکر و نکیر کے سوال کے وقت تیری طرف لوٹا دینا۔

**خَلَقَ الْإِنْسَانَ بِرُوحٍ قَدِيرٍ** | اسی انسانی آنکھ کو دیکھئے۔ خالق نے اس میں ہزار ہا حکمتیں رکھی ہیں۔ ایک یونانی حکیم کا متولہ ہے کہ اس آنکھ میں اوضاع خارجیہ کے لحاظ سے دس ہزار حکمتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ اور بعض ایسی حکمتیں ہیں جو ہمارے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اگر ان میں محسوس ہیں میں اعضائے انسانیہ میں سے کسی ایک عضو کی حکمتوں کو بیان کروں تو میرا بیان ختم نہیں ہوگا۔

اس ظاہری بدن کے علاوہ انسان کو ایک باطنی بدن عطا ہوا ہے۔ جو غیب ہے اور صورت محض ہے۔ مادہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں وہ جسم مثالی ہے یہ جسد مثالی عالم برزخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مرنے کے بعد قیامت تک اسی جسم سے آمد و رفت کا تعلق ہے۔ یہی اصلی جسم ہے۔ انسان میں ایک روح طبعی ہے۔ ایک روح نفسانی۔ روح نفسانی کی قرارگاہ دماغ ہے۔ یہی روح تصور خیال، تذکر اور تفکر کا مخزن ہے۔ دورِ حاضر میں اللہ نے عقلی و شعور اقوامِ یورپ کو دیا ہے۔ جنہوں نے دغانی جہاز مشین کو ایجاد کیا ہے۔



ابتداء کے آفرینش میں انسان و جنات کے پتلے سے اپنا جسم ڈھانپتا تھا۔ پھر کھالیں  
پھننے لگا۔ کسی قدر ترقی کی تو جولاہے کا پیشہ نہ چھوڑیں آیا۔ اور لوگ سیاہ جواہاں پہننے لگے  
اس زمانے میں جولاہے اشرف مخلوقات خیال کئے جاتے تھے۔ وہ روئی کو سماں کے  
لباس بناتے تھے۔ یہاں تک کہ پھر خدایجاد ہوا کسی نے کہا کہ انہوں نے اتنے عظیم الشان  
کام کئے ہیں اس لئے خدا ہیں۔ جیسا کہ ان زمانہ میں لوگ خدایانِ مذہب سے اتنا  
متاثر ہیں، قریب ہے کہ ان کی الوہیت کو ثابت کرنے لگیں۔

الغرض روحِ نفسانی کا معائنہ دماغ ہے۔ اگر دماغ کے دس اعضاء میں سے  
کسی کو صدمہ پہنچ جائے تو روحِ نفسانی میں نقص آجاتا ہے۔ ایک روح کا مقام جگر تو  
ایک روح کا مقام پیچھے پڑا ہے اسی پر انسانی زندگی کا انحصار ہے۔ یہ روح ہوا کو جذب  
کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس حقیقت پر یقین نہ رکھتا ہو کہ زندگی اسی روح سے وابستہ  
ہے۔ وہ ذرا اپنے سانس کو روک کر دیکھ لے کہ وہ ہلاک ہوتا ہے یا نہیں۔ پس زندگانی  
کا انحصار اسی روحِ حیوانی پر ہے۔ یہ تین قسم کی روحیں حیوان بھی رکھتے ہیں۔ روح کی  
ایک اور قسم روحِ انسانی ہے۔ جو انسان کے لئے مخصوص ہے۔ اسی روح کے  
متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:-

ثُمَّ أَنشَأْنَا لَهُ خَلْقًا آخَرَ نَبَارِكُ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

پھر ہم نے ایک اور خلق کو اس میں پیدا کر دیا۔ بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین  
خالق ہے۔

روحِ انسانی جسدِ مثالی میں آمدورفت رکھتی ہے۔ روحِ طبعی، روحِ نفسانی اور  
روحِ کبدی کیفیتِ سیر نہیں رکھتیں۔ یہ ایک خصوصیت ہے کہ روحِ انسانی انسان  
میں موجود ہے جو دوسرے حیوانات سے تعلق نہیں رکھتی سب جبکہ آپ حضرات روحِ انسان  
روحِ کبدی، روحِ طبعی اور روحِ انسانی سے واقف ہو گئے ہیں آپ سمجھ گئے



ہوں گے کہ مرنے کے وقت کیا ہوگا اور آپ کے مرنے اور حیوانات کے مرنے میں کیا فرق ہے۔ انشاء اللہ آپ اپنے حالات سے واقف ہو چکے ہوں گے۔

**مصائب** اب چونکہ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مجلس کے آخر میں اس دل شکستہ معصوم کے لئے اپنے دل کو شکستہ کریں۔ میں اپنی گزشتہ مجلس میں بیان شدہ فقرہ کا تتمہ بیان کرتا ہوں۔

سرکار رسالت نے جناب امیر علیہ السلام کے لئے گریہ فرمایا اور بیان فرمایا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی ریش مبارک خون سر سے خضاب کی جھانگی، سرکار ولایت علی مرتضیٰ نے سرکار سید الشہداء کے لئے گریہ فرمایا اور فرمایا کہ ان کی ریش اقدس بھی خون سر سے خضاب کی جھانگی اور سید الشہداء سے فرمایا کہ ہم دونوں کی ریشائے مطہر خون سر سے خضاب ہونگی۔ میری خراب مسجدیں اور تہذیبی کربلا میں۔ یہ تو جناب امیر اور جناب سید الشہداء کے خضاب کا تذکرہ ہے۔

**جناب زینب کا بوسہ** ایک جناب امیر المومنینؑ کی دختر اجمند علیا جناب زینب کا بھی خضاب ہے یہ خضاب آپ نے اس وقت کیا جب آپ بھائی کی نعش پر آئیں قتل گاہ میں پہنچ کر پہلے بھائی کی نعش کو چوما، سر تو نہیں قوا، خدا معلوم کہاں سے چوما، ایک ایرانی شاعر نے علیا جناب زینب کی زبان حال سے اس وقت کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے۔ (مترجم) سے

خاک عالم بہ سرم کز اثر تیر و سناں بجائے یک بوسہ من بر سہ اعضائے تو نیت  
ام المصائب کے نوحے کے بعض فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو جگہوں کو چوما۔ ایک سہ شعبہ تیر کے لگنے کی جگہ کو چوما، دوسرے اس مقام کو چوما جو بوسہ گاہ سرکار رسالت مہدی۔



قال الراوی فواللہ لا انسی انیب بنت علی وہی تندب الحین  
وتنادی بصوت حزین وقلب کئیب یا محمد اے محمدی اللہ عابک مالک  
السماء ہذا حسین مرسل بالی ما و مقطوع الاعضاء وبناتک سبایا الی  
اللہ المشتکی والی محمد المصطفی والی علی المرتضی والی حمزۃ سید الشہد  
یا محمد اے ہذا حسین یا لعنوا نسبی بلیلہا قتل اولاد البغایا یا حزینا  
یا کریم اے الیوم مات جیدی رسول اللہ یا احمحاب محمد طو لا و فریدی  
المصطفی لیسافوت سوق السبایا۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے وہ وقت نہیں بھولنا جبکہ علیا جناب زینب بنت علیؑ  
نوحہ کر رہی تھیں اور غمگین آواز اور درز ہرے دل سے پکار رہی تھیں۔ اے نانا رسولؐ  
تجہ پڑا سمان کا مالک درود بھیجے۔ یہ آپؐ کا حسینؑ خاک و خون میں آغشته پڑا  
ہے اس کے اعضاء جسم قطع کر دیئے گئے ہیں۔ تمہاری بیٹیاں قیدی بنالی گئی ہیں  
میں ان مظالم کی شکایت اللہ سے محمد مصطفیؐ سے علی مرتضیٰؑ سے اور حمزہ  
سید الشہداءؑ سے کرتی ہوں۔ نانا رسولؐ! یہ آپؐ کا حسینؑ صحر میں پڑا ہے۔ الیہ  
اڑاڑ کر خاک پڑ رہی ہے۔ اسے بدکاروں کی اولاد نے قتل کیا ہے۔ ہمارے  
افسوس، آج میرے سدا رسول اللہؐ دنیا سے سفر کر گئے۔ اسے اصحاب محمد  
مصطفیؐ، یہ محمد مصطفیؐ کی اولاد ہے۔ جنہیں قیدیوں کی طرح چلا یا جا رہا ہے۔  
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



بسمه تعالی

# الحلجس الاولی والثلاثون فی فروع عظمی شهر ذی الحجة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْفَضْلِ وَالْإِنْعَامِ  
الَّذِي لَيْسَ لِقَضَائِهِ دَافِعٌ لَا يَعْطَاكَ مَا تَعِدُّ وَلَا يَصْنَعُ صَانِعٌ  
وَهُوَ الْخَوَادُّ الْوَاسِعُ، فَطَرِ اجْناسَ الْبَدَنِ وَالْيَقِينَ بِحِكْمَتِهِ الصَّنَائِعُ، وَلَا  
يَخْفَى عَلَيْهِ الْهَلَاكُ وَلَا تَضْيِيعُ عِنْدَهُ الْوَدَائِعُ، جَازِي كُلِّ صَانِعٍ  
رَأْسُ كُلِّ قَاتِلٍ، وَرَاحِمُ كُلِّ ضَارِعٍ، مَنْزِلُ الْمَنَافِعِ، وَالْكِتَابُ  
الْجَامِعُ، وَالنُّورُ السَّاطِعُ وَهُوَ لِلدُّعَوَاتِ سَامِعٌ وَلِلْمُطِيعِينَ نَافِعٌ  
وَلِلدُّرَجَاتِ رَافِعٌ، وَلِلْكُرَيَاتِ دَافِعٌ، وَلِلْجَبَابَةِ قَامِعٌ، وَرَاحِمُ عَبْرَةٍ  
كُلِّ ضَارِعٍ وَرَافِعُ ضَرَعَةٍ كُلِّ ضَارِعٍ، نَحْمَدُهُ عَلَى لِقَائِهِ الْعَظَامِ  
وَنَشْكُرُهُ عَلَى الْإِثْمِ الْجَسَامِ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ  
أَشْرَفِ الْأَنَامِ الْمُبْعُوثِ إِلَى الْخَاصِّ وَالْعَامِ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ  
الْأَيُّمَةِ الْكِرَامِ وَالِدَعَاةِ إِلَى دَارِ السَّلَامِ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّحِيَّةِ وَ  
السَّلَامِ مَا تَابَعَتْ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامُ وَلَعَا قَبِيتِ الشُّهُورُ وَالْأَعْوَامُ  
عِبَادَ اللَّهِ! آيِنِ الَّذِينَ عُمِّرُوا وَفَنِعِمُوا وَعُلِمُوا وَفَهَرُوا فَانْظُرُوا  
وَسَلِّبُوا فَتَسُوا أَهْلُوا طَوِيلًا وَمُنْتَهُوا جَمِيلًا وَحَذِّرُوا إِلِيمًا وَ  
عِدُّوا حَسِيمًا أَحْذَرُوا الذُّنُوبَ الْمُورِطَةَ وَالْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ  
يَا أُولِي الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ هَلْ مِنْ مَنَاصِرٍ  
أَوْ خَلَاصٍ أَوْ مَعَاذٍ أَوْ فَرَارٍ أَوْ مَحَارِمٍ أَوْ لَامٍ؟ (فَانِي تَوَكُّونَ)



أَمَّا بَيْنَ أَصْحَابِ قَوْمٍ؛ أَمْ لِي مَا ذَاكَ قَوْمٌ؟ وَإِنَّمَا خَطَا أَحَدُكُمْ مَتَى  
الْأَرْضِ ذَاتِ الطُّلُوعِ وَالْعُرُشِ قَبْلُ قَدْ مَتَّعْتُمْ عَلَى خُدَّهِ الْإِنْسَانِ  
عِبَادَ اللَّهِ وَالْخَنَاقِ مَهْمَلٍ وَالرُّوحِ فِي خُبْنَةِ الْإِبْرِيْدِ وَرَاحَةِ  
الْأَجْسَادِ وَبَاحَةِ الْإِحْتِشَادِ وَمَهْلٍ الْبَقِيَّةِ وَالْفَتْ الْمَشِيَّةِ  
وَالظَّارِ التَّوْبَةِ وَالْفَسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنَكِ وَالْمَضِيْقِ وَالرُّوحِ  
وَالزُّهْقِ وَقَبْلَ قَدِيمِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاحْذَرُوا الْعَرْشَ الْمَقْتَدِرِ  
(در پنج البلاغہ ص ۱۲ جزا - طبع مصر)

امیر المؤمنین کی تقریر  
اور انداز تقریر

بندگانِ خدا! وہ لوگ آج کہاں ہیں جنہیں طوفانی عہد میں دی گئیں اور انہوں نے عیش میں زندگی بسر کی، جنہیں احکامِ الہی کی تعلیم دی گئی اور اُسے وہ خوب سمجھے مگر اس پر عمل پیرا نہ ہوئے جنہیں مہلت دی گئی مگر انہوں نے غفلت برتی اور صحت و سلامتی عنایت کی گئی۔ مگر وہ اسے بھول گئے، انہیں عرصہ و بازگم ڈھیل دی گئی، عمدہ نعمتیں غفلت کی گئیں دردناک عذاب سے ڈرایا گیا، ان سے اجرِ عظیم کے وعدے کئے گئے، ان کے انجام سے عبرت حاصل کر کے، ہلاک کرنے والے گناہوں اور خدا کے ناراض کرنے والے عیبوں سے ڈرو۔ اے آنکھ کاں والو! صحت و سلامتی اور مال و متاع روکھنے والے انسانو! بتاؤ کوئی بیچنے یا رہائی حاصل کرنے یا پناہ لینے یا آڑ پکڑنے یا بھاگنے یا پلٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟ (اگر وہ یقیناً نہیں ہے) تو پھر تم کدھر جتے جاتے ہو؟ یا کدھر پھرے جاتے ہو؟ یا کس دھوکے میں پرے ہوئے ہو؟ دیکھو اس لمبی چوڑی زمین میں تم میں سے ہر شخص کا حصہ اس کے قدر و قامت کے بقدر (قبر) ہے جہاں وہ اپنے ریشہ رے کے بل خاک آلود پڑا ہوگا۔

بندگانِ خدا! اس وقت جبکہ (گلا گھونٹنے والی) رسی کھل ہوئی ہے اور روح



دست کے پنجے سے) آزاد ہے حق کی جستجو کرنے کی گھڑی (ساعت) تمہوں کی راحت رہا بھی امداد کے لئے) اکٹھے ہو جلتے کے صحن، بقیہ دور زندگانی کی مہلت اختیار کی ابتداء، تویہ کی مہلت، زمانہ حاجت کی کشادگی کے عالم میں پریشان حالی اور مکان تنگ، خوف و اضطراب، نظر کی جانہوالی غائب موت کے آئے اور خدائے غالب و توانا کی گرفت سے پہلے عمل کر لو۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کے حسیم کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور دل کانپ اٹھے۔ اور کچھ لوگوں نے اس خطبہ کا نام خطبہ غرار رکھا ہے۔

**وعظ کے لئے** یہ موعظہ سرکار ولایت علی مرتضیٰ کا موعظہ ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام اپنے تمام اوقات کو موعظہ میں صرف فرماتے تھے۔ موعظہ کے لئے جناب امیر علیہ السلام کوئی خصوصیت

نہیں رکھتے کہ منبر پر ہی تشریف لیجا کر موعظہ فرمائیں۔ جس طرح آپ منبر پر تشریف لیجا کر موعظہ فرماتے تھے۔ اسی طرح سر بازار ہر طرح کے آدمی کو اسکی صفت اور اس کے پیشے کے لحاظ سے موعظہ فرماتے تھے۔ گھر میں موعظہ فرماتے تھے۔ حسین علیہ السلام کو موعظہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی نہ ہوتا تھا تو آپ موعظہ کو تحریر فرماتے تھے۔ موعظہ فرمانا سرکار رسالت اور تمام اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی شان ہے امامت اور نبوت کا پہل موعظہ ہے۔ علم کا اثر موعظہ ہے۔ ہمارے اس زمانے میں موعظہ موجب تنگ و غار خیال کیا جاتا ہے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمام عبادات اور جہاد کو ایک طرف رکھا جائے اور موعظہ کو دوسری طرف رکھا جائے، تو موعظہ سب عبادات کے برابر بلکہ تمام اعمال خیر سے بڑھ کر ہے۔



مَا أَعْمَالُ الْخَيْرِ كُلِّهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَمَلٌ مَعْرُوفٌ  
وَنَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ

تمام کے تمام اعمال خیر حتیٰ کہ خدا کی راہ میں جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے  
مقابلے میں اس طرح ہیں جس طرح مخالفین مارنے والے سمندر کے مقابلے میں نہی ہو  
اور اس سے افضل ظالم بادشاہ کے سامنے علمہ عدل بیان کرنا ہے۔ کوئی عمل موقعہ کے  
مرتبہ کو کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے نہیں پہنچتا۔ بلکہ تمام کام موقعہ کے مقابلے  
میں اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے مقابلے میں نہی ہو۔ جناب امیر المومنینؑ کے مواقعہ  
میں سے جو آپ نے مسجد میں منادی کرنے والے کی طرح فرمائے ہیں ایک موقعہ  
یہ ہے:-

تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ فَتَدْنُو دِي بَارِجِيلَ وَاقْلُوا الْعَرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا  
وَالْقَبْلُوا الصَّالِحَ مَا بَحْضَرْتُمْ مِنْ الزَّادِ فَإِنَّ أَمَامَكُمْ عَقِبَةً  
كَثُودًا وَمَتَازِلَ مَخُوفَةً مَهُولَةً لَا بَدَّ مِنْ الْوَرْدِ عَلَيْهَا وَالْوَقُوفُ  
عِنْدَهَا وَإِعْلَمُوا أَنَّ مَلَا حِظَّةَ أَمْنِيَّةٍ نَحْوَكُمْ دَانِيَةً وَكَأَنَّكُمْ  
بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ لَشِبْتُمْ فِيكُمْ وَقَدْ دَرَسْتُمْ مِنْهَا مَقْطَعَاتِ الْأُمُورِ  
وَمَعْطَلَاتِ الْمَحْذُورِ فَقَطِّعُوا عِلَاقَتِ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهِرُوا بَزَادَ  
التَّقْوَى

خدا تم پر رحم کرے، آخرت کے سفر کے لئے تیار ہو جاؤ، کوچ کے لئے منادی کی  
آواز بلند ہو چکی ہے۔ چاہئے کہ سب زاد راہ اور سامان سفر اٹھائیے۔ کیونکہ تمہیں بہت  
سخت گھاٹیاں درپیش ہیں ایسی منزلیں ہیں جو پر خوف اور ہولناک ہیں۔ تمہارا ان  
منزلوں پر وار نہونا اور وہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔ موت تمہارے قریب پہنچنے والی ہے  
گویا کہ تم اس کے گرفت میں ہو اور اس نے اپنے پیچھے گاڑ دیئے ہیں۔



دنیل سے قطع تعلق کرو اور تقویٰ کے زادِ سفر کو اپنی پشت و پناہ بناؤ۔

اس خطبہ کے آخر میں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس شخص ماہ کا سال سفر

تقویٰ اور دینِ خدا ہے۔

ہاں جناب امیر علیہ السلام نے اس خطبہ اور موعظہ میں جو ہمارا عنوان بیان ہے ارشاد فرمایا ہے

احذرو الذنوب المورطۃ مہلک کما ہوں سے ڈرو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے۔

یا اولی الابصار والاسماع والعافیۃ والمتاع هل من مزاہی او خلاصی

او معاذ او فرار او محارم لا تؤفکون ام این تصرفون او بماذا تقرون

یہ کلام جناب امیر المومنین علیہ السلام ہے جو تحت کلام خالق اور فوق کلام

مخلوق ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اے آنکھ کاں والو! اے صحت و سلامتی اور مال و متاع والے انسانو! بتاؤ کہ اگر

گناہ کی حالت میں تم دنیا سے جاؤ اور حالیکہ تم نے خدا سے کوئی رابطہ پیدا نہ کیا ہو، تو

کوئی بچنے یا رہائی حاصل کرنے یا پناہ لینے یا آٹ پکڑنے یا بھاگنے یا پٹ کر جانے

کی جگہ ہے بھی یا نہیں؟

کہتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے یہ موعظہ فرمایا تو لوگوں کے جسم کا نپٹنے

لگے۔ آنسو رواں ہو گئے، دل کا نپٹنے لگے، معلوم نہیں کہ اس موعظہ سے آپ کے

دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہوا ہے یا کہ نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ جس سے

دلوں میں خوفِ خدا داخل ہو جائے اس موعظہ پر کلامِ خدا، کلامِ پیغمبر اور کلامِ امام

کی روشنی میں غور کرنا چاہئے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انتظار کی جانیوالی غائب

موت اور خدا سے غالب و توانا کی گرفت سے پہلے عمل کرو۔ تاکہ تمہارے لئے بچنے

کی جگہ رہائی حاصل کرنے کی جگہ پناہ لینے کی جگہ آٹ پکڑنے کی جگہ یا پٹ کر جانے کی

جگہ اٹھ آجائے۔ اگر آپ عمل کرنا نہیں چاہتے تو پھر اسے اس روز تک چھوڑتے جائیے



کہ جس دن کوئی چاہے کار ہو گا نہ علاج نہ اگر آپ نجات چاہتے ہیں تو ایسی  
روحانی سلطنتوں کی رعایا ہو جیتے جو نجات کی کھیل ہو جائیں۔ آج دن کا دن  
ہے۔ الیاد دن ہے کہ آج آپ کا دل اللہ کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ کن آپ  
مخلوق کی بجائے خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
ایسے شخص سے جو عرفہ کے دن عرفات میں لوگوں سے سوال کر لیا تھا۔ فرمایا: آج الیاد  
دن ہے کہ تجھے مخلوق کی بجائے خالق کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ ایچ آئی ہیں  
عرفات میں قیام کی سعادت حاصل نہیں ہے۔ تاہم ہم سرکار سید الشہداء کے  
حضور میں قیام سے سعادت اندوز ہیں۔ آج ہمیں سرکار احمدیت کی طرف دل طرح  
متوجہ ہونا چاہئے کہ ہمارے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہو جائے۔ ہم سب کفار  
ہیں۔ اے کاش ہم ایسے اشخاص ہی ہو جائیں جو اپنے گناہوں پر خوش نہیں ہوتے  
گناہگار دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ پر تکلیف محسوس  
کرتے ہیں۔ بلکہ گناہ سے پہلے یہ خیال بھی کرتے ہیں کہ میں یہ گناہ کیوں کر کر رہا ہوں اور  
یہ فعل شنیع مجھ سے کیوں صادر ہو۔ گویا ایسے شخص کو فعل شنیع سے کچھ نفرت  
ضرور ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے دل میں کچھ خوفِ خدا ضرور رکھتے  
ہیں۔ دوسرے وہ گناہگار ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور گناہ پر انہیں کوئی تکلیف  
یا رنج و ملال نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور گناہ پر فخر و مباہلات کرتے  
ہیں۔ اب آپ اپنے طور پر غور کریں کہ آپ کی حالت کہیں ایسی تو نہیں کہ گناہ  
ذریعہ فخر و مباہلات ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو جان لینا چاہئے کہ آپ کے  
ایمان کا معاملہ تباہی تک پہنچ چکا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو گناہگار گناہ پر رنج محسوس  
نہ کرے۔ اس کے ایمان کا معاملہ تباہی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ جب انسان



زیادہ گناہ کرتا ہے تو گناہوں کی تاریکی ایمان کی روشنی کی جگہ لے رہی ہوتی ہے بعض ایسے گناہگار ہیں کہ ان کے گناہوں کی تاریکیوں سے نورِ ایمان ختم ہو جاتا ہے بعض ایسے بھی گناہگار ہیں کہ مرنے کے وقت تک صاحبِ ایمان ہوتے ہیں۔ لیکن زیادتی گناہ کی وجہ سے ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ موت کے وقت شیاطین عدلیہ آتے ہیں اور یہ لبتیہ جنودی ایمان بھی لے جاتے ہیں۔ جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ اعمال پر غور ہے۔ یہ غور دنیا میں ہی ایمان کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ یا شیاطین عدلیہ موت کے وقت ایمان لے جاتے ہیں۔ اس وقت اگر ان چیزوں کا کوئی علاج ہے تو وہ خوف و خشیتِ خدائے رحمن ہے اگر خوف کی کیفیت ہے تو مغفرت کی صورت ہے اور نہ ہلاکت ہے۔ مغفرت کی خوشخبری خوفِ خدا کے بعد وارد ہوئی جیسا کہ کلامِ خدا میں ہے۔

مَنْ خَافَ عَنْ رَبِّهِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ  
(اے حبیب!) جو شخص اپنے رب سے ڈرتا ہے اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی خوشخبری دے دے۔

انسان کو مغرور اور خود پسند نہیں ہونا چاہئے۔ ان امور پر غور نہیں کرنا چاہئے کہ میں عالم ہوں، یا میں عالم کا بیٹا ہوں، یا میں سید ہوں، یا میں مجالسِ عزّا بجا کرتا ہوں، یا میں عبادات بجا لاتا ہوں، اس لئے جو کچھ بھی میں نے کیا ہے یا کرتا ہوں، مجھے (نجات کے متعلق) اطمینان ہے۔

عبداً ایسا شخص یہ نہیں سوچتا کہ حلالِ خدا حرام اور حرامِ خدا حلال نہیں ہو سکتا۔ حلالِ محمد و تر قیامت تک حلال ہے اور حرامِ محمد و تر قیامت تک حرام ہے۔

ہم نے جو بیان کیا کہ گناہوں سے ایمان نصبت ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق



قرآن حکیم میں کچھ آیات ہیں۔ ہم ان میں سے بعض آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ قرآنی آیات ہیں۔ یہ بیانات اجتہاد یہ نہیں کہ آپ کہہ دیں ہم آپ کی تقلید نہیں کرتے ان آیات میں سے ایک آیت یہ ہے:-

فَاعْقِبْهُمْ نَفَاقًا فِي تَلَوِّهِمْ إِلَى يَوْمِ يُلْقَوْنَ بِهِمُ اخْلَفُوا اللَّهَ وَعَدَهُ قَتْلًا كَانَ وَابِكُنْ بَيْنَ

چونکہ انہوں نے خدا سے خلافت عہد کیا۔ پس موت کے وقت دہیم ملاقات) انجام کار ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا گیا۔ کیونکہ وہ جھٹلاتے

تھے۔

زمانہ سرکار رسالت میں ایک شخص نے عہد کیا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے مال دے گا وہ مال اللہ کے رستے میں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا اور مال خدا کا مطالبہ کیا۔ اس نے جواب میں کہا کیا سرکار رسالت ہم سے ہزیہ چاہتے ہیں۔ فرستادہ شخص لوٹ آیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا سرکار رسالت سے عرض کر دیا۔ وہ مالدار شخص بعد میں پشیمان ہوا۔ مال لے کر حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا اور فرمایا۔ خذ الٹ بما عصوا وکانوا الخ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ جو اس نے نافرمانی کی زیادتی گناہ ایمان کو ختم کر دیتی ہے اسے اسے میں ایک اور آیت ہے:-

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا وَالسُّوءُ كَانَ كَذِبًا يَايَاتُ اللَّهُ وَكَانُوا بِهَا لَيْسَتْ هَزُونَ-

ان لوگوں کا انجام جنہوں نے گناہ بہت کئے یہ تھا کہ وہ آیات الہیہ کو جھٹلائیں اور وہ ان پر مذاق کریں اور کافر ہو جائیں۔ یہ وہی آیت ہے



جیسے علیا جناب زینب طاہرہ نے یزید ملعون کے دربار میں بطور استدلال بیان فرمایا تھا، کوئی یہ نہ کہے کہ میں ہی قرآن سے استدلال کرتا ہوں۔

صدیقہ صغریٰ علیا جناب زینبؑ نے یزید سے ارشاد فرمایا تھا: جن لوگوں نے بہت گناہ کئے ان کا انجام یہ تھا کہ انہوں نے دینِ خدا کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ پس وہ کافر ہو گئے۔ اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ گناہوں کا انجام کار کیا ہے کثرتِ گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

ڈرو، تاکہ خوفِ تھارے دلوں میں داخل ہو جائے۔ بعض گنہگار ایسے ہیں کہ جن کے دلوں میں خوفِ خدا داخل ہوتا ہے اور بعض ایسے گنہگار ہیں کہ وہ اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے بالخصوص صغباتِ عالیات میں رہنے والے کہ جو غرور میں ڈوب گئے ہیں۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی تقریر و وعظ اس طرح بیان کروں جس طرح وہ چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ واعظ تنذیر کا پہلو اختیار نہ کرے اور ایسے مضامین بیان نہ کرے جن سے ان کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو۔ یہ امر خدا و پیغمبرِ خدا کی رزق کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

خافونی انکنتہ مؤمنین۔ مجھ سے ڈرو، اگر تم مؤمن ہو۔ پھر فرمایا ہے ان عذابی هو العذاب الالیم۔ تحقیق میرا عذاب وہ بہت دردناک عذاب ہے پھر فرمایا انتہ لشدید العقاب۔ تحقیق وہ حدِ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ہاں ایسا بھی ہے کہ انتہ لرووف الرحیم کہ وہ خدا مہربان اور رحیم بھی ہے۔

ماہِ رمضان المبارک کی دعائے شب میں آپ نے کہا ہوگا :-

القیئت انت انت ارحم الراحمین فی موضع العفو والرحمة واشد المعاقبین فی موضع النکال والنقمہ۔

میں نے یقین کیا ہے کہ تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا



ہے۔ جبکہ تو عمرو و رسم پر مائل ہو اور تو سب سے زیادہ سخت عذاب کرنا چاہتا ہے۔  
جب کہ تو عذاب اور انتقام کو اختیار کرے۔

میں کون سے سورۃ قرآن کو آپ کے سامنے تلاوت کروں کہ  
**قرآن اور شفاء** جس سے خوف خدا آپ کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ سورۃ

اذا وقع کو تلاوت کروں جس کے متعلق حکایہ و روایات نے فرمایا ہے کہ اس  
سورۃ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے یا سورۃ غاشیہ کی تلاوت کروں یا کسی دوسری  
خوف پیدا کرنے والی سورۃ کی؟ آپ کا خود قرآن پڑھنا دردِ دل کی دوا اور امراض  
کے لئے شفا ہے۔

وَنَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ  
اور ہم نے قرآن میں وہ پھر نازل کی ہے۔ جو مومنین کے لئے شفا اور  
رحمت ہے۔ کچھ لوگ جو کسی قدر مُلا ہو جاتے ہیں وہ قرآن مجید کی تلاوت  
کو عار سمجھتے ہیں اور قرآن پر کان نہیں دھرتے (سننے نہیں)  
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو۔ تاکہ میں سنوں، اور  
تجھے قرآن پڑھنے یا سننے میں عار محسوس ہوتی ہے۔

الْقَارِعَةُ ۚ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۚ يَوْمَ يَكُونُ  
النَّاسُ كَالْفِرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۚ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۚ فَأَمَّا  
مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۚ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاغِبَةٍ ۚ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ  
مَوَازِينُهُ ۚ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ ۚ نَارُ حَامِيَةٍ ۚ  
”کھڑکھڑانیوالا (واقعہ) کیا ہے وہ کھڑکھڑانیوالا (واقعہ) اور تم کیا سمجھے کہ وہ کھڑکھڑانیوالا

واقعہ ہے کیا؟ وہ دن جس دن آدمی ایسے ہو جائیں گے جیسے پھیلے ہوئے پتنگے  
اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی اون۔ پس جس کے اعمال نیک کی



تول بھاری نکلے گی، وہ تو خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جس کے اعمال نیک کی تول کم  
 اترے گی تو اس کا ٹھکانا ہادیہ ہوگا، تم کیا سمجھے کہ ہادیہ کیا ہے، دہکتی ہوئی آگ  
 میں صرف ایک لفظ نارحامیہ کو بیان کرتا چاہتا ہوں۔ رب العزت فرماتا  
 ہے۔ "دہکتی ہوئی آگ" کیا سرد آگ بھی ہوتی ہے جو خدا فرماتا ہے "گرم آگ" ہاں دینا  
 کی آگ اس آگ کی نسبت سرد ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا آتش فشاں ہوتے ہیں  
 جو ذرا (اشیاء کو) راگھ کر ڈالتے ہیں۔ برق اگر سمندر پر گرے اگر ان پھیروں سے  
 جوہمت در کی گرائی میں ہیں چھو جائے تو انہیں بھی خاکستر کر ڈالتی ہے۔ اس سے  
 آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جسے خدا آتش گرم کہے وہ کس قدر گرم آگ ہے۔  
 آپ کی دلی خواہش ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ آپ نہ ڈریں۔ کیا آپ اس  
 وقت سے نہیں ڈرتے جب آپ زمین تلے دفن ہوں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ  
 فاطمہ زہراؓ سلام اللہ علیہما باوجود اپنی جلال و قدر و رفعت منزلت اور عصمت و طہارت  
 قبر سے خائف تھیں۔ آپ نے جناب امیر المومنینؓ سے وصیت کی کہ جب حضور  
 مجھے دفن کر چکیں تو میری قبر پر کچھ عرصہ قیام فرمائیں، مجھے قبر سے خوف محسوس ہوتا ہے  
 کیا میں اس پر آپ سے یہ کہوں کہ آپ قبر سے نہ ڈریں۔ کیا میں آپ سے یہ کہوں  
 کہ آپ حشر و نشر سے اور ذکر و محشر سے نہ ڈریں، حساب و کتاب سے نہ ڈریں،  
 صراط سے اور صراط کی گھاٹیوں سے نہ ڈریں۔ کیا میں کہوں کہ آپ جہنم سے نہ  
 ڈریں۔ جب جہنم کو ہمارے کئے ہوئے جانور کی طرح پیش کیا جائے گا۔ انبیاءؑ خوف  
 سے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے، آپ نہ ڈریں، حضرت ابراہیم خلیل اللہ جب  
 گھٹنوں کے بل گریں گے تو عرض کریں گے ربنا خلیلک (پالنے والے  
 میں تیرا خلیل ہوں)، تمام انبیاءؑ نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔ ہمارے سرکارِ رسالت  
 امتی امتی کا نعرہ بلند فرمائیں گے۔ بعض گروہوں کو جہنم میں لے جائیں گے، بعض



پردانہ کی طرح خود جہنم میں گر پڑیں گے۔ بعض کو عقیقہ خود اپنی لپیٹ میں سے لگیا  
انشاء اللہ ان واقعات کو سن کر آپ پر خوف طاری ہو گیا ہوگا۔ اور غور کا  
نشہ اتر چکا ہوگا۔

**عرفہ کا تعارف** | آج عرفہ کا دن ہے۔ حضرت آدمؑ کا کام اسی دن درست ہوا  
تھا۔ انشاء اللہ ان کی اولاد کا کام بھی آج ہی درست ہو جائے

گاہِ حرا پر یقین کے بعد بہترین امورِ نوافل خدا ہے کہ اسی سے انجام بخیر ہوتا  
ہے۔ ہمیں اب ذکرِ مظلوم کر بلا حضرت سید الشہداءؑ کرنا ہے۔ ذکرِ نیکہ یہ ذکر بھی انجام  
بخیر کا ذریعہ ہے) ہم سید الشہداءؑ (ارواحِ صالحہ العباد) کے آج کے واقعات  
کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آج عرفات کے میدان میں وقت کا دن ہے، دعا  
کا بھی دن ہے۔ میں آج کے حالات بھی بیان کروں گا۔ آج حجاج مکہ سے عرفات  
جار ہے ہیں۔ سرکارِ سید الشہداءؑ آج مکہ سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ  
نے ایک اور حج کے لئے احرام باندھا ہے۔ ہر حج ایک مؤذن حج رکھتا ہے  
متعارف حج کے مؤذن حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ جب آپؐ عجہ کو تعمیر  
کر چکے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا:-

واذن فی الناس بالْحجِّ یا توبُّوا رجلاً وعلیٰ کلِّ ضامِرٍ یا تبن  
من کلِّ فج عسین۔

لوگوں کو حج کے لئے اعلان دو کہ وہ تمام تمہارے پاس پیدل آئیں اور تمام دو  
دراز کے استول سے دیئے دیئے اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آئیں۔

حضرت ابراہیمؑ مقامِ ابراہیم پر تشریف لے گئے۔ وہ ایک پتھر ہے۔ آپ اس  
پتھر پر کھڑے ہوئے۔ آج آپ کے پاؤں کی جگہ اس پتھر پر ہے۔

آپ نے بازارِ بلند فرمایا:- هَلُّوا الی الحج۔ ”حج کے لئے آؤ“



تمام لوگوں نے جو اصحاب و ارحام میں بھی تھے اس آواز کو سنا۔ جس کسی نے لبتیک نہیں کہا وہ حج سے مشرت نہیں ہوتا۔ اور جس کسی نے ایک دفعہ لبتیک کہا ہے وہ ایک دفعہ مشرت ہوتا ہے۔ اور جس نے ایک سے زیادہ جتنی دفعہ لبتیک کہا وہ اتنی دفعہ حج سے سعادت اندوز ہوتا ہے۔ سرکارِ شہداءؑ نے اس آواز پر میں دفعہ لبتیک کہا تھا۔ آپ میں دفعہ مشرت ہوئے۔ مگر آپ اپنے اس آخری حج کو ختم نہ کر سکے کہ آپ کے گوش مبارک میں ایک اور صدا آئی اس اذان کے مؤذن سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰؐ تھے۔

امام حسینؑ کو  
محمد حنفیہ کا مشورہ  
اسی دن جس دن سرکارِ شہادت مکہ سے روانہ ہوئے  
ہیں۔ جب مکہ سے باہر آئے آپ ناقہ پر سوار ہو چکے  
تھے۔ حضرت محمد حنفیہ حاضر ہوئے، انہوں نے ناقہ کی  
ہمار کو پکڑ لیا۔ پھر اس طرح گفتگو ہوئی۔

محمد بن حنفیہ۔ ”بھائی جان! کیا آپ نے میرے اس مشورہ پر جو میں نے کوفہ تشریف  
نہ لے جانے کے متعلق عرض کیا تھا۔ غور فرمانے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟“  
سرکارِ شہادت۔ ”ہاں کیا تھا“

محمد بن حنفیہ۔ پھر اتنی جلدی کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا کیا سبب ہے؟  
سرکارِ شہادت۔ ”اتانی رسول اللہ بعد ما فارقتك فقال لي اخرج  
يا حسين فان الله قد شاء ان يرابط قتيلاً“

تمہارے مجھ سے جدا ہونے کے بعد رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے  
حضرت نے مجھے فرمایا۔ اے حسین! نکل جاؤ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی  
ہے کہ تجھے (اپنی راہ میں) شہید دیکھے۔

محمد بن حنفیہ۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ حضور! جب یہ صورتِ حالات ہے



تو پھر ان محدثات عصمت و طہارت کو ہارنے والے نے کیا مقصد ہے۔

سرکار شہادت میرے جبر و گواہ نے ان کے متعلق بھی فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَاعَرَ أَنْ يَرَاهُنَّ سَبَايَا تُقْتَلْنَ فِي أَسْرَارٍ

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شہیت ہے کہ انہیں بھی قیدی دیکھے۔۔۔ نیز یہ تک میں زندہ ہوں یہ محدثات عصمت محمد سے جدا نہیں ہونگی۔

حضرت محمد بن حنفیہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے بہت گریہ و بکا کیا اور سرکار سید

الشہداء کو الوداع کہا اور کہا یا حسین میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس پر سرکار

شہادت نے اس حج کے لئے جس کے مؤذن سرکار رسالت محمد مصطفیٰ تھے

احرام باندھا۔ اور آپ اس حج کے مناسک بجالائے۔ یہاں تک کہ قربانی بھی اسی

روز دی ہو مناسک حج میں سے ایک مناسک ہے اور وہ قربانی جو قربان ہوئی حضرت

مسلم بن عقیل تھے۔ عرفہ کے دن سرکار سید الشہداء نے مکہ سے سفر کیا تھا اور عرفہ ہی

کے دن حضرت مسلم کو ذہ میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کی یہ شہادت بہت رنج و مصائب

برداشت کرنے کے بعد ہوئی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب اس حج کے مناسک

کو بجا لایکے پھر واد کر بلا ہوئے۔ پھر ایک اور حج کے لئے محل ہوئے اور احرام باندھا

اس حج کے مؤذن سرکار رسالت محمد مصطفیٰ بھی تھے اور سرکار ولایت امیر المومنین علی

مرتضیٰ بھی مؤذن تھے۔ سرکار عصمت و طہارت فاطمہ زہرا بھی مؤذن تھیں اور سرکار

صلح دامن حضرت امام حسن بھی مؤذن تھے

مصابب نحم محرم محرم کی نو تاریخ تھی سرکار شہادت امام حسین علیہ السلام کی کسی

قدر آنکھ لگ گئی تھی کہ لشکرِ یزید نے حملہ کر دیا۔ سرکار مصائب

ایک جواب علیا جناب نہایت حاضر ہوئیں اور عرض کیا بھائی جان کیا آپ

لشکر کی آوازوں کو نہیں سن رہے ہیں۔ بہت شور و غوغا بلند تھا۔ لشکرِ یزید کے آدمی



ایک دوسرے کو مذاق کر رہے تھے اور خوش تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ اب حضرت امام حسینؑ کو مادی فتح کی امید نہیں رہی۔ القصد جب زینب طاہرہؑ نے عرض کیا تو سرکار سید الشہداءؑ بیدار ہوئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے بن! میں نے ابھی خواب میں اپنے جد امجد محمد مصطفیٰؐ اور والد بزرگوار علی مرتضیٰؑ اور مادر مہربان فاطمہ زہراؑ اور برادر گرامی قدر امام حسنؑ کو دیکھا ہے۔ فرما رہے ہیں حسینؑ! تو عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔ ایک فرشتہ بھی ان کے ہمراہ تھا جو ایک منبر شیشہ ہاتھ میں لئے تھا۔ میرے جد امجد رسول اللہؐ سے فرمایا: بیٹا تو اس امت کا شہید ہے۔ اہل سماوات تیری تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ پس تبدی کرو یہ فرشتہ یہ شیشہ لایا ہے تاکہ تمہارے مقدس خون کو لے اور اس شیشے میں رکھے، حضرت نے اس اذان پر بھی لبیک کہا اور تیار ہو گئے۔ سرکار وفا حضرت عباسؑ سے فرمایا: جاؤ اگر تم کر سکو تو انہیں ایک رات کے لئے ہٹا دو یا انہیں رضا مند کر لو کہ وہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دیں۔ تاکہ ہم ایک رات اور اللہ کی نمازیں گزار لیں اور دعا و استغفار کر لیں میرا وہ معبود جانتا ہے کہ میں نماز، تلاوت قرآن اور کثرت دعا و استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔

یہ حج بہت سے مناسک رکھتا ہے۔ ۹۔ محرم کو عصر کے وقت سرکار شہادت نے اس حج کے لئے لبیک کہا اور روز عاشور بعد نماز ظہر اس حج کے مناسک ختم ہوئے مناسک حج میں ایک قربانی دینا بھی ہے۔ ایسی قربانی جو حضرت اسماعیلؑ ذبیح کی قربانی سے عظیم و بزرگ تھی۔ وہ قربانی جو مخلوق و خلق میں سرکار رسالتؐ سے مشابہ تھی یعنی تصرف علی اکبرؑ۔ ان مناسک میں کئی باتیں ہیں مثلاً مستحب ہے کہ ذبیح سے قبل قربانی کو پانی دیا جائے۔ شہدائے اہل بیت تمام پیارے تھے۔ مگر اس مخصوص قربانی کو سرکار سید الشہداءؑ نے پانی دیا ہے۔ لیکن وہ کس طرح۔ اپنی زبان سے پانی دیا



ہے۔ نھرنا کچھ وقت گزرا تھا کہ حضرت اس حج سے قبل ہوئے۔ ایک دوسرے حج ہوا  
 اور ام باندھا، اس حج کے دوران حضرت کی قربان حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت علی اکبر  
 نے وقت شہادت میدان سے آواز دی۔ آخری وقت آپ نے بلند آواز سے کہا۔  
 میرے بعد رسول اللہ ہیں۔ سمجھئے اس طرح پورے طور پر میرا آپ کر دیا ہے کہ ان کے  
 بعد پیاس نہیں اور آپ کو فرما رہے ہیں بلدی کرو، بلدی کرو۔ تمہارے لئے جہنم  
 ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس گھڑی نوش فرمائیں۔ سب سرکار شہادت نے حضرت  
 علی اکبر کی زبان سے سرکار رسالت کا یہ پیغام سنا عرض کیا اللہم البتات  
 "ہیں حاضر ہوں" اسے معبود میں حاضر ہوں اسے معبود ہیں اپنی اس اولاد کو، ان بھائیوں کو  
 ان بھتیجیوں کو، اپنے پاوروں کو، اپنے انصار کو تجھ پر دستا کر رہا ہوں۔ ان سب کو تیرے  
 رستے میں میں پہلے پہنچ چکا ہوں۔ اب یہ میری بہنیں، میری بیٹیاں، میری بیویاں  
 ہمارے اہل سے مال و اسباب کے ساتھ تیری راہ میں چھوڑتا ہوں۔ اسے معبود  
 میں خود بھی تیرے رستہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔

وَعَالِی اللہ! ہم آج تجھے قسم دیتے ہیں حضرت کی اس لبتیک پر حضرت کے اس تمبیہ پر  
 حضرت کی ان قربانیوں پر کہ تو ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ اللہ! ہم تیرے  
 بندے ہیں، ہم آقا کی بارگاہ سے بھاگے ہوئے بندے ہیں۔ اللہ! ہم فقیر ہیں، لیکن  
 غیر مستحق فقیر ہیں۔ اللہ! ہم مقروض ہیں، اللہ! ہم مغلوب ہیں، اللہ! ہم گنہگار ہیں، گنہگار  
 ہیں، گنہگار ہیں۔ اس قبر مبارک کے صاحب کو ہمارا شفیع قرار دے۔ بحکم یا اللہ  
 یا اللہ یا اللہ یا اللہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# المجلس السابع والثلاثون في موعظته المحترمة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبحانك اللهم يا الهى وحيدك لا احصى ثناء عليك كما  
اثنيت على نفسك يا من قرب فذائى ولعبد فدى وهو  
بالمنظر الاعلى لا يستطيع الا بصار لرؤيته ولا تهتدى العقول  
لعرفان كنه صفته، خرق علمه بواطن غيب السرائر واطلع  
لعروض الخفيات، وخلق ما خلق دون اعمال الرويات فحمد  
على نعوه العظام وشكروا على الاية الجسام، ونصلى ونسلم  
على نبيه محمد نبي الرحمة وامام الائمة المنتخب من  
الكرام وسلامة المجد الاقدم ومقر من الفخار المشرق  
وفرع العلاء المشرق المشرق، وعلى اهل بيته مصابيح  
الظلم وعصم الاله ومنابر الدين الواضحة، ومثاقيل الفضل  
الراجحة عليهم الاف التحف والتجنى ما دامت الارض المدحية  
والسماوات المنية.

اللهم عظم بلائى وافرط بى سوء حالى وقصرت بى  
اعمالى وقعدت بى اخلاي وخدعتنى الدنيا بعروها  
ولفسى بخيانتها.

اے معبود! میری مصیبت بڑھ گئی ہے، میری بد حالی زیادہ ہو گئی ہے  
میرے اعمال کوتاہ ہیں، گناہوں کے طوق سے بوجھنے نے مجھے تیرا گیر کر دیا



ہے، دنیا سب سے پہلے مکاروں سے اور میرے نفس نے اپنی نیاتوں سے بے  
دھوکا دیا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں، خدایا میرا دوست بن کر رہو، اے انسانو! کیا آرام و  
راحۃ سے بیٹھے ہو، مسکیت بہت سنگین ہے، ہمارے درد مند سے گزر گئے  
ہیں، بدکاریوں اور گناہوں نے ہمیں گمراہ میں لیا ہوا ہے۔ گناہوں کے طوفان نے  
گراں نے ہمیں زمین گیر کر دیا ہے، آپ بے فکر آرام سے بیٹھے ہیں آپ اسی طرح  
پر اور اسی حالت میں ہیں، درد سنگین ہو گئے ہیں، سختیں درد سے گزر گئی ہیں  
گناہوں کے طوفان نے گراں نے کہ جن کے بوجھ سے ہم پاؤں پر بیٹھے نہیں سکتے  
ہمیں زمین گیر کر دیا ہے، کیا آرام سے بیٹھے ہو۔ کیا ہم اس دنیا سے دوسری دنیا میں بغیر  
چارہ کار یونہی چل دیں گے۔ اُس دنیا میں کوئی چارہ کار ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عالم  
(آخرت) ایک جداگانہ عالم ہے۔ اس کے الطوار ہی اور ہیں وہ دنیا چارہ کار کی  
دنیا نہیں ہے۔ (عالم جزا و سزا ہے) چونکہ اس عالم میں چارہ کار نہیں اس لئے اس  
عالم میں انسان پر چارہ ہے۔ جب آپ نے یہ جان لیا ہے کہ وہ دنیا ان نعمتوں  
کے چارہ کرنے اور درست کرنے کی نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں راحت و آرام  
سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی آپ چاہتے ہیں کہ یونہی بغیر جہد و جدوجہد اچھے ہو جائیں اور  
اس دنیا سے چل دیں یا نہیں۔ کیا آپ معاذ اللہ اس کے منتظر ہیں کہ کوئی  
اور پیغمبر آئے، کوئی اور دین لائے تو اس دین پر عمل کر کے راہِ راست پر آجائیں اگر  
اس طرح کے باطل خیالات آپ کے سر پر سوار نہیں ہیں، پھر آپ ایسی روش کیوں  
اختیار نہیں کرتے۔ جس سے آپ کی حالت بہتر ہو جائے۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں  
کہ جس حالت میں ہم سب ہیں، اگر اسی حالت میں خدا کی طرف لوٹائے جائیں۔ آپ  
کا اس طرح مطمئن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے عقائد میں کچھ رد و قبول نہیں



اعتقاد کا معنی یہ کچھ درست نہیں ہے۔ جو شخص توحید، نبوت اور امامت پر صحیح عقیدہ رکھتا ہو اس کا دین کامل ہوتا ہے۔ اسے اپنے معاملات میں زیادہ فکر کی ضرورت نہیں جو شخص اعتقاد کامل رکھتا ہے اس سے گناہ و معصیت کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ اگر انسان سے گناہ و معصیت کا صدور ہو رہا ہے تو اسے جاننا چاہئے کہ اس کے عقائد میں کچھ خرابی ہے۔ اسے اصلاح عقائد کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔ آگاہ ہو جائے کہ جو شخص آخرت کے معاملہ میں ڈر اور خوف، غور و فکر نہیں کرتا اور مطمئن ہے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا شخص سرکار رسالت محمد مصطفیٰ، سرکار ولایت علی مرتضیٰ، سرکار عصمت فاطمہ الزہراء، سرکار امن حضرت امام حسنؑ اور سرکار شہادت امام حسینؑ اور تمام ائمہ علیہم السلام کی ضد اور نقیض (خلاف) ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ ان کی دوستی کا دعویٰ نہ کرے، کیونکہ یہ حالت ان سے دشمنی کی حالت ہے۔ جو صوبانہ کھائیے آپ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ان کے دوست ہیں اور پھر گناہ بھی کرتے ہیں۔ سرکار سید الشہداء عرفہ کے روز مقام عرفات میں خوفِ خدا سے اس قدر گریہ و زاری فرماتے تھے کہ آپ کی چشم ہائے مبارک سے آنسو بارش کی طرح برسنے لگے، آخر میں سرکارِ احدیت میں عرض کرتے تھے۔ میرے معبود! میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں تو نے اگر میری اس حاجت کو پورا کر دیا، تو تمام چیزیں میرے لئے نفع بخش ہوں گی۔ ورنہ ان کا کوئی ثمر نہیں ہے۔ اور وہ حاجت یہ ہے کہ میری گردن کو آتشِ جہنم سے آزاد فرما دے۔

مظلوم کر بلا پر روتا	اب آپ خود ہی غور فرمائیے کہ آپ جو سرکار سید الشہداء
اور نجات کی نوعیت	پر گریہ و بکا کرتے ہیں (اور پھر آپ کے دل میں خوفِ خدا
	نہیں، تو گویا آپ اپنے آپ کو سرکار سید الشہداء سے

بالا بہتر سمجھتے ہیں حالانکہ سرکار شہادت نے اس دنیا میں بہت سی عبادتیں بھی



کیں اور پھر اللہ کی راہ میں شہید بھی ہوتے آپ کیوں اس قدر مطمئن ہیں کہ آئیں جہنم سے ذرا نہیں دُرتے 'اسپے ان حالات پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم پر بالوسی سی طاری ہو جاتی ہے۔ اسے معبودِ ازل نے مجھے بالوسی سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں بالوس ہو جاتا۔ چونکہ تو نے ہمیں بالوس ہونے سے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے ہم بالوس نہیں ہوتے۔ سرکارِ احدیت کے وسائل سے تسک کر رہے ہیں۔

وسائلِ الہیہ میں سے قریب ترین وسائل وسائلِ حسنیہ ہیں بشرطیکہ ہمارے دل میں ذرہ ایمان ہو اور ہم اس پر اظہارِ غرور و تکبر نہ کریں۔ سرکارِ شہادت صاحبِ وسائلِ عظیمہ ہیں۔ اس امر میں جو چیزیں آلِ حضرت سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک رجاء عظیم ہے۔ سرکارِ شہادت سے ہماری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ معنوںہ دعا "اللہم عظم ببلائی وافرطبی سوءحالی وقرصرت بی اعمالی وقرصرت اغلالی" بہت عظیم ہے مگر وسائلِ حسنیہ عظیم ہیں۔ ایک فقرہ "افرطبی سوءحالی" میری بدحالی زیادہ ہو گئی ہے" اس کے مقابل میں بھی وسائلِ حسنیہ موجود ہیں۔ (یعنی سرکارِ شہداء کے ایسے وسائل بھی ہیں جن سے یہ بدحالی دور ہو سکتی ہے) وسائلِ حسنیہ میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایسا اثر رکھتی ہیں کہ عقلاً حد سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ دعا کا دوسرا فقرہ "قرصرت بی اغلالی" گناہوں کے طوق کے بوجھ نے مجھے زمین گیر کر دیا ہے" اس کے مقابل میں بھی وسائلِ حسنیہ ہیں اور ان میں ایسے وسائل ہیں۔ انسان کو روحانیت کے عرش پر پہنچا دیتے ہیں۔ خود میرے گناہ میرے پیش نظر ہیں۔ میں اس پر اس لئے خوشحال ہوں کہ اگر آخرت میں مجھے عذاب بھی کریں تو (وسائلِ حسنیہ سے) دائمی عذاب سے تو چھٹکارا ہو جائے گا۔ وسائلِ حسنیہ میں ایسے وسائل بھی ہیں کہ انسان کا بغیر عذاب چھٹکارا ہو جائے، نہ محض چھٹکارا ہو بلکہ آپ گناہگاروں کی شفاعت بھی کر سکیں، ملائکہ رحمتِ آخرت میں مومن سے



نرمی اور طاقت کریں گے۔ اور ان سے گفتگو کریں گے۔

ہماری تباہی کے لئے بہت سے سامان مہیا ہیں جن سے میں خائف ہوں اور اس پر بھی رعبا مند ہوں کہ مجھے (آخرت میں) شیاطین کے قرب میں نہ رکھیں۔ ہاں وسائل حسنیہ میں ایسی چیزیں بھی ہیں کہ انسان کو ایسے مرتبہ پر پہنچا دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش اعلیٰ پر ایک کلام ایجاد فرمائے گا، انسان سے گفتگو فرمائے گا ہماری انتہائی آرزو یہ ہے کہ ایسا ہی ہو جائے کہ آخرت میں ہمیں نظران کا لباس نہ پہنائیں۔ حالانکہ وسائل حسنیہ ایسے ہیں کہ ان سے انسان کو جہنم کے دروازے سے بلوں کیا جاتا ہے ہماری انتہائی آرزو یہ ہے کہ کاش ایسا ہی ہو جائے کہ ہمیں جہنم نہ پلائیں، حالانکہ وسائل حسنیہ ایسے ہیں کہ جن سے انسان آبِ کوثر پلانے پر مامور ہو جاتا ہے، ہماری انتہائی تمنا ہے کہ ایسا ہی ہو جائے کہ ہمیں اہل جہنم کا طعام ضریح و زقوم نہ دیا جائے۔ حالانکہ وسائل حسنیہ ایسے ہیں کہ جن سے انسان اسی دسترخوان پر جس پر سرکارِ سید الشہداء ہوں گے۔ نعمتائے جنت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ وسائل حسنیہ کی بعض خصوصیات و امتیازات ہیں۔ سرکارِ سید الشہداء ارواحنا لہ الفدا بہت زیادہ خصوصیات رکھتے جو ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں رکھتا مثلاً سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ ارواح العالمین لہ الفدا تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ انکی فضیلت اولین و آخرین حضرت آدم اور تمام مخلوقات پر مستم ہے کیونکہ ان کی معرفت و اطاعت تمام مخلوقات سے بالاتر ہے۔ اسی طرح سرکارِ رسالت کے بعد سرکارِ ولایت علی رضی اللہ عنہ لہ الفدا و سرکارِ عصمت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا و سرکارِ حسن و حسین مجتبیٰ ارواحنا لہ الفدا تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ مگر یہ سب بزرگوار سرکارِ شہادت امام حسین شہید کربلا ارواحنا لہ الفدا جتنے وسائل نہیں رکھتے، وسائل حسنیہ حد و شمار سے باہر ہیں، ان وسائل کے مختلف عنوان ہیں۔ سرکارِ شہادت کا بیٹھنا ایک عنوان ہے



باس پہننا ایک عنوان ہے۔ برہنہ ہونا ایک عنوان ہے۔ نماز ایک عنوان ہے۔ روزہ ایک عنوان ہے۔ اس روزہ کا افطار کرنا ایک عنوان ہے۔ آپ کا حجاب ایک عنوان ہے۔ آج پانی دینا ایک عنوان ہے۔ آپ کی بیہیز عبادت ایک عنوان ہے۔ آپ کی تلخین ایک عنوان ہے۔ آپ کے تمام اعمال و افعال میں ہر عمل ایک عنوان رکھتا ہے۔ سرکار شہادت امام حسینؑ کے یہ عنوانات بے حدود بے شمار ہیں۔

سید الشہداء کے  
پانچ حج  
کمال ہم نے سرکار شہادت کے حج کرنے کے عنوان کو بیان کیا ہے۔ یہ حج سید الشہداء کی اپنی ذات سے مخصوص ہے۔ آنحضرتؐ خود سرایا حج ہیں۔ آپ کا خود حج ہونا ایک خاص

عنوان رکھتا ہے۔ آئیے تاکہ ہم ان کا حج کریں، حج کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حج کرنے والا استطیع ہو۔ اب ہم نہیں جانتے کہ آیا ہم مستطیع ہو چکے ہیں۔ کہ سرکار سید الشہداء کا ہم حج کریں یا نہ ہم نے بیان کیا ہے کہ سرکار سید الشہداء کے پانچ حج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ایک میقات خاص رکھتا ہے۔ مخصوص توذن رکھتا ہے مناسب مخصوصہ رکھتا ہے۔ ان دنوں میں ہمارا خیال ہے کہ سرکار شہادتؑ کے ان حجوں کو بیان کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان حجوں کے ثواب میں شریک فرمائے۔ آنحضرتؐ کا پہلا حج حضور کا مدینہ طیبہ سے باہر آنسہ ہے۔ اس حج کی تفصیل ان صحائف شریفہ الہیہ میں موجود ہے کہ جن میں ائمہ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اور یہ بارہ صحیفے ہیں۔ ہر صحیفہ ایک امام سے متعلق ہے۔ چنانچہ صحیفہ سرکار سید الشہداءؑ میں لکھا تھا "اے حسین آپ اپنی جان کو اللہ کے دین کے اجہا (زندہ کرنے) کے لئے بیچ ڈالئے اور ایک مخصوص جماعت کے ساتھ کربلا چلے جائیے اور شہید ہو جائے، جہاد کیجئے اور قتل ہو جائے" اس حج کے پہلے توذن آپ کے جدِ بزرگوار سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ تھے۔ جیسا کہ ہم کل اشارہ کر چکے ہیں



خواب میں تشریف لائے اور فرمایا "حبیبی یا حسین کائی اراک عنقریب  
مر ملائد مائک مذبحا بارض کریمہ" میرے پیارے حسین!  
گویا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو اپنے خون سے آغشتہ زمین کر بلا پر ذبح کیا جائے گا  
اس کے بعد فرمایا۔ وَاِنَّ لَكَ فِي الْجَنّٰتِ الدَّرَجَاتِ لَا تَالِهَا اِلَّا  
بِالشَّهَادَةِ۔ تیرے لئے جنت میں درجات ہیں۔ جن پر تو شہادت کے  
بغیر فائز نہیں ہوگا۔ اس ارشاد رسالت پر سرکار شہادت نے عالم معنی میں لبیک  
کہا اور احرام باندھ لیا۔ اور اپنے وطن مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ کسی مقام پر قیام  
اختیار کرنے کی بجائے احرام باندھ لیا۔ یعنی اس عمل سے ظاہر فرمایا۔ کہ اس کے  
بعد حجہ مسافر کے لئے روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ ام المؤمنین ام سلمہ  
نے آپ کی خدمت میں کچھ عرض کیا۔ حضرت نے ان کو جواب دیا۔ جس کی طرف  
ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔

خدمتِ سید الشہداء میں	اس کے بعد فرشتے سرکار شہادت کی خدمت میں
جنت اور فرشتے	سج اور کادہ حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور عرض کیا
	اے اپنے تانا، والد اور بھائی کے بعد حجتِ خدا!

ہم نے آپ کے جدِ بزرگوار کی لڑائیوں میں مدد و نصرت کی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ  
نے ہمیں آپ کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ ان کے جواب میں سرکار سید الشہداء  
اور احباب الفدا نے فرمایا۔ میری وعدہ گاہ ایک نشیبی مقام ہے۔ جہاں میں شہید  
بول گا اور وہ کربا ہے (وہاں آپ آئیے) فرشتوں نے عرض کیا۔ اے حجتِ خدا  
آپ ہمیں کسی چیز کا حکم دیجئے۔ تاکہ ہم اطاعت کریں۔ اگر خوف ہو کہ آپ کے  
دشمن آپ کو نقصان پہنچائیں تو ہم ہمراہ رہیں اور دشمن کو حضور سے دور رکھیں  
آپ نے فرمایا۔ میرے دشمن مجھ تک راہ نہیں پاسکتے۔ اور مجھے کوئی نقصان



نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک کہ میں اپنی منزل مقصود کر بلا میں نہ پہنچ جاؤں۔

اس کے بعد نبیؐ کی فرمیں سامنے ہوئیں۔ یہ ہیں سب مسلمان جتنے انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے ہمارے آقا! ہم آپ کے پیغمبر اور انصار ہیں۔ آپ ہمیں علم دیتے ہیں۔ ہم آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑیں اور آپ کے ہر دشمن کو قتل کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں نیک بھلا دے کیا آپ نے اللہ کی اس کتاب میں

جو اس نے میرے حیدر پر لکھا رسول اللہ پر نازل فرمائی ہے نہیں پڑھا ہے؟

ایمانات کو نوا بید رکھو کہ موت دے دو کتہ فی ہر وجہ مشیدہ

جہاں کہیں بھی تم ہو تمہیں موت پالے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو نیز

سرکارِ احدیت سبحانہ نے فرمایا ہے۔ لہذا انہیں کتب علیہم القتال الی

مضاجعہم۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کیا وہ اپنی خواجگاہوں

کی طرف نکل پڑے۔ اس کے علاوہ جنہوں کو یہ بھی فرمایا۔ اگر میں میں رہوں۔ تو

پھر ان لوگوں کا جو اپنے اعمال کی بدولت ہلاک ہونے والے ہیں امتحانِ کسطنطنیہ

ہو۔ اگر میں یہیں رہوں تو میں اپنی وعدہ گاہ کر بلا کس طرح پہنچوں۔ جہاں مجھے سکونت

اختیار کرنا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے رخصتِ ایش

کے دن چننا ہے۔ جب سرکارِ شہادتِ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو اس آیت کی

تلاوت فرما رہے تھے۔

فخرج منها خائفًا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين

پس وہ حالتِ خوف میں نکلے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کر رہے تھے

پالنے والے! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے یہ وہ دعا ہے جو حضرت

موسیٰؑ نے اس وقت کی تھی جب وہ مصر سے مدائن کی طرف فرعون کے خوف

سے روانہ ہوئے تھے (مکہ معظمہ کے قیام میں حضور اکثر اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے



واحد ذاتی سوا السبیل۔ اے مجبور! ہمیں صحیح راستہ کی رہنمائی فرما (اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کی دعا کا تذکرہ کیا ہے) مدینہ سے روانگی کے وقت سرکارِ شہادت اپنی ذاتِ گرامی صفات کو موسیٰ کلیم اللہؑ سے تشبیہ فرما رہے تھے۔ جنہوں نے مدائن سے روانہ ہو کر فرعون کے مظالم سے نجات پائی۔ اور دورانِ سفر میں سرکارِ شہادت اپنے نفسِ نفیس کو حضرت یحییٰ مظلوم سے تشبیہ فرما رہے تھے جن کے سرِ مہر کو ایک زنِ زانیہ کے لئے جسم سے جدا کیا گیا۔ اور فرماتے تھے کہ میرا سر ایک زانیہ شراب خوار کے لئے جدا کیا جائے گا۔

**موسیٰؑ اور حسینؑ کے مصائب** الغرض حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خوف سے ہجرت فرمائی۔ آخر مدائن کے کنوئیں پر پہنچے۔ ولما ورد ملک مدین وجد علیہ امة من الناس یسقون۔ جب وہ مدین کے کنوئیں پر پہنچے وہاں انسانوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے۔ المختصر پورے خوف و خطر، مصائب اور پیاس کے بعد مدائن کے کنوئیں پر جا پہنچے۔ بھلا کہاں سرکارِ سید الشہداءؑ اور کہاں حضرت موسیٰؑ؟ کلیم اللہ! کیونکہ حضرت کلیم اللہ مدین کے کنوئیں پر پہنچ کر میراب ہو گئے۔ لیکن سرکارِ سید الشہداءؑ نے عالمِ خوف و براس میں لب تشہ دنیا سے رحلت فرمائی۔ پیاس بھی ایسی پیاس تھی، جس سے زبان زخمی ہو گئی تھی اور یہ دنیا حضور کی نظر میں دھواں سی معلوم ہو رہی تھی۔ جب حضرت کلیم اللہؑ نے ہجرت فرمائی تو ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ بھوک کی ذہبت یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ صحرائی بڑی بوٹیاں کھا رہے تھے۔ آپ کے شکم مبارک کی کھال نظر آرہی تھی، بہت ہی لاغر ہو گئے تھے۔ کھال کے نیچے سے گوشت پھٹ گیا تھا۔ جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے سرکارِ احدیت سے



ایک قرص روئی کا سوال کیا۔ اور درگاہ رب العزت میں عرض کی پائے لئے  
مجھ فقیر پر اپنی خیر نازل فرما حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ کھانے کے لئے روئی کا  
سوال تھا اور درگاہ رب العزت میں عرض کی پائے لئے مجھ فقیر پر اپنی خیر نازل فرما  
حضرت امیر فرماتے ہیں کہ یہ کھانے کے لئے روئی کا سوال تھا لیکن کہاں علیم اللہ  
اور کہاں سید الشہداء حضرت علیم اللہ بھوک کی تاب نہ لاسکے بیٹھیں بیٹھیں  
کو پانی پلایا تا کہ غذا میسر ہو سرکار سید الشہداء نے اس شان سے بھوک کو برداشت  
رکھا۔ کہ بھوکے ہی شہید ہوئے آپ کی اہل بیت نے جی بھوک اور پیاس کو برداشت  
کیا۔ ہر چند سرکار شہادت نے فرمایا لوگو! یہ سرکار معاملات محمد مصطفیٰ کی بیبیاں  
ہیں۔ لیکن ان کے لئے بھی پانی کا قطرہ میسر نہ ہوا۔ ہاں سرکار شہادت کہ معظمہ  
میں تشریف لائے اور اس جگہ ایک حج کے لئے عمل ہوئے اور اس کے بعد اس  
حج کے اعمال بجا لائے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ آنحضرت کی اذان کو سنیں  
اور اس طرح سے آمادہ و تیار ہو جائیں کہ گویا آپ سرکار سید الشہداء کو اپنی آنکھوں  
سے دیکھ رہے ہیں۔ آنکھوں یا نون ذی الحجہ تک حضور کہ معظمہ میں تھے کہ دوسری  
اذان کی آواز بھی سرکار رسالت کی زبان سے بلند ہوئی۔ آنحضرت نے فرمایا۔  
" حسین! عراق کی طرف تکل جاؤ۔ کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ تجھ اپنی راہ میں  
شہید دیکھے! یہ حج اعمال ہدی سے ہے حضرت نے اس اذان پر لبیک کہا  
حکم دیا کہ اسباب باندھ لو۔

المختصر محمد بن حنفیہ اور تینوں عبداللہ یعنی عبداللہ ابن عباس  
عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر حاضر خدمت سرکار  
مشورۃ ترک سفر سید الشہداء ہوئے۔ اور آنحضرت کو روکنا چاہا  
اور عرض کیا کہ آپ یہ سفر اختیار نہ فرمائیں۔ سرکار شہادت نے عبداللہ



ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا رسول اللہؐ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ مجھے اس حکم کی اطاعت کرنا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے جب یہ سنا۔ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہتے ہوئے چل پڑے، کیونکہ وہ حضور کے مطلب کو سمجھ گئے۔ پھر آنحضرت نے عبداللہ ابن عمر سے فرمایا۔

”دنیا اللہ کی نظر میں بہت حقیر ہے یہی دنیا ہے جس میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر ایک زنا کار کے لئے ہدیہ کے طور پر لے گئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک شہابیوں کو شہید کر کے اپنی دکانوں پر اس طرح بیٹھتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے کہ گویا انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کرنے میں جلدی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے پورا پورا انتقام لیا۔ پھر فرمایا۔ اے اباعبدالرحمن! (عبداللہ ابن عمر) عہد خدا کے پیش نظر میری مدد اور نصرت کرو۔ دیکھنا کہیں میری امداد کو ترک نہ کرنا۔“

حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا۔ اب جبکہ حضور شہید ہونے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، پھر ان مخدرات عصمت و طہارت کو ساتھ لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میرے جدِ بزرگوار نے ان کے حالات کو بھی مجھ سے بیان کیا ہے۔ کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنی راہ میں قیدی اور اسیر دیکھے۔ حالانکہ (امت کو) ان کی قید سے تنگ حرمت ملحوظ ہے نیز یہ خاندان رسالت کی نوابیں محترمہ مجھ سے اس قدر وابستہ ہیں کہ جب تک زندہ رہوں یہ مجھ سے علاحدہ نہیں ہوں گی۔

سید الشہداءؑ کا سفر میں جواب | اہل سرکار شہادت نے سرکار رسالتؐ کی اس ندا پر بھی لبیک کہا۔ احرام باندھا اور



مناسک حج بجالائے۔ حج کے مناسک میں سے ایک قربانی ہے۔ اس حج کی قربانی حضرت مسلم بن عقیلؓ تھے۔ کہ سرکارِ شہادت کے مکہ سے روانہ ہونے کے دن ہی کوفہ میں شہید ہوئے۔ سرکارِ شہادت کے مکہ سے روانہ ہونے کے رستہ میں جو شخص بھی آنحضرت کو ملتا تھا سفر کوفہ سے ڈرتا اور خوف دلاتا تھا۔ اور حضور انمولؐ کی خوفناک اور پُرہراس آوازیں سنتے تھے۔ یہاں تک کہ خود خواب سے بیدار ہو کر گریہ فرمایا۔ اور دو یا تین مرتبہ کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ۔ الحمد للہ رب العالمین (بسم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تمام حمد ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے) اس پر آپ کے فرزند ارجمند علی ابن الحسین (علی اکبرؑ) علیہ السلام گھوڑے پر سوار سامنے آئے۔ عرض کیا کہ حمد خدا اور کلمہ استر جابر کے بیان کی کیا وجہ ہے۔ اہل حضرت نے فرمایا۔ بیٹا میں سوار جابر تھا۔ نیند سیٹھی ہوئی ایک سوار میرے سامنے آیا۔ اور اس نے کہا یہ لوگ جابر ہے ہیں اور منفر کبر ہے ہیں اور ان کی موت ان کی طرف استقبال کے لئے بڑھ رہی ہے۔ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے، حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو ہر نقصان سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا۔ ہاں بیٹا مجھے شکم سے اس کی ذات کی جسکی طرف بندے آخرت میں ملے گا جانے والے ہیں۔ ہم یقیناً حق پر ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا۔ بابا! جب ہم حق پر ہیں پھر تمہیں مرنے سے کیا خوف۔ موت ہم پر آ پڑے یا ہم موت پر جا پڑیں۔ سرکارِ شہادت نے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! اللہ تجھے بڑے خیر دے جو بڑی سے بڑی جزا ایک باپ کی طرف سے ایک بیٹے کو ہو سکتی ہے۔

تیسرے حج کی آواز و رد کر بلا کے  
 تشب عاشور سید الشہداء کا خواب

بعد خیمہ گاہ سے بند ہوئی۔ شب



عاشور سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ۴، سرکار ولایت علی مرتضیٰ ۵، سرکار عصمت فاطمہ الزہرا ۶  
 اور سرکار امین حسن مجتبیٰ ۷، سرکار شہادت سید الشہداء ۸ کے خواب میں آئے اور فرمایا  
 یا ابا عبد اللہ حسین ۹ آسمان کے رہنے والے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ سرکار رسالت ۴  
 نے فرمایا۔ بیٹا! یہ فرشتہ جو ہمارے ساتھ آیا ہے۔ ایک سبز شیشہ اپنے ہاتھ میں لئے  
 ہے۔ چاہتا ہے کہ تیرے مقدس خون کو اس شیشہ میں ڈال لے۔ سرکار شہادت ۸  
 نے یہ بھی فرمایا کہ پیر میں نے اپنے جذبات کو دیکھا۔ اپنے صحابہ کی ایک جماعت  
 کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں حسین! تمہیں آسمانوں اور ملائکہ  
 کے رہنے والے خوشخبری دے رہے ہیں۔ پس آج رات کو تو نے اپنا روزہ میرے  
 ساتھ افطار کرنا ہے۔ جلدی کرو اور تاخیر نہ کرو۔ یہ فرشتہ آسمان سے نازل ہوا  
 ہے۔ تاکہ تیرا خون اس سبز شیشہ میں لے، بونہی سرکار سید الشہداء ۸ نے اپنے بزرگوں  
 کی اس آواز کو سنا "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" کہا "حاضر ہوں اے معبود میں حاضر ہوں"  
 عصرِ نهم محرم کو جب لشکرِ یوید نے حملہ کر دیا۔ سرکار شہادت نے سرکارِ وفا  
 حضرت عباس کو لشکر کے پاس روانہ کیا۔ اور وقتِ روانگی ارشاد فرمایا، عباس  
 بھائی! انہیں اس پر رخصت نہ کیجئے کہ یہ تاخیر کریں اور انہیں ایک رات کے لئے حمد  
 سے روکئے۔ یعنی یہ ہیں ایک رات کی مہلت دیدیں، تاکہ ہم عباداتِ معبود کو  
 وداع کر لیں، ہم دعا کر لیں، استغفار کر لیں، اللہ کی ذات جانتی ہے کہ میں نماز  
 تلاوت قرآن، کثرتِ دعا و استغفار کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔  
 ہاں! شبِ عاشور علیہا ام المصائب زینب سلام اللہ علیہا نے جان لیوا  
 شبِ عاشور جنابِ زینبؑ کہ وہ کل کو بن بھائی کی بہن ہو جائے گی۔  
 قرآن سے سمجھ لیا کہ کل ان کی خوشحالی ختم ہو  
 جائیں گی۔ وہ بے مہاد وادی ہونگی۔ رات  
 امام کی خدمت میں



کا وقت تھا۔ عجیب حالات ہیں مائے آئیں، سرورِ ہندوستان نے زاری اور بے بسی میں  
زمین پر گر گئی تھی، خدمتِ امام میں حاضر ہو کر اس طرح عرض کیا:

والسلام لیت الموت بعد منی الحیوة البیہر ماتت امی فاطمة وابی  
علی، وانخی الحسن یا خلیفة المصابین وثمان الباقین

اے اے کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ آج میری ماں فاطمہ میرے  
باپ علی اور میرے بھائی حسن کا انتقال ہو گیا۔ اے میرے بزرگوں کے جانشین اے  
باقی ماندوں کے بچاؤ و ماؤی۔

بھائی جان! اب بزرگ رخصت ہو گئے، کیا اب آپ بھی چاہتے ہیں کہ رخصت  
ہو جائیں۔

سرکارِ شہادت نے بہن کی اس حالت پر اظہارِ حزن کی آنکھیں آنسوؤں سے  
بھرا آئیں۔ بہن کیا کر دیں اب کوئی چارہ کار اور راہِ گریز میرے لئے باقی نہیں رہی  
علیہا جنابِ زینبؑ نے امام کے کلام کو سنا۔ عرض کیا: بھائی جان! جب آپ  
اپنے آپ کو اسیر و مجبور ظاہر کرتے ہیں تو یہ اظہارِ میرے قلب کو سوزاں کرتا ہے اور میری  
مصیبت کو زیادہ شدید بنا دیتا ہے۔ پھر علیہا جناب منہ پٹینے لگیں، لٹخے کے بل  
گریں اور تیغِ مار کے بے ہوش ہو گئیں۔ آنحضرتؐ بہن کو ہوش میں لائے، نصیحت فرمائی  
اور صبر کا حکم دیا۔ جو صحیفہ الہیہ امام حسین علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ اس کا ایک  
جملہ اس طرح پڑھا: اخرج باثوامر الی الشهادة لا شهادة لهم لامعك  
”حسین! ان گروہوں کو شہادت کے لئے نہ کر نکلو جنکی شہادت صرف تیرے ساتھ  
ہی ہو گی۔“

اب غور کیجئے کہ کسی شخص نے اب تک ایسا جج بھی کیا ہے یا کہ نہیں سرکارِ  
شہادتؐ نے اللہ کے حقیقی گھر کا طواف کیا ہے۔ پھر یہی اور قربانی کا آغاز



کیا آپ اپنے ساتھ ایک ایسی ہدی اور قربانی لائے تھے کہ اس وقت تک اور احسنی  
 نہ ملے تک کسی نے خدا کی بارگاہ میں ایسی ہدی اور قربانی پیش نہیں کی۔ وہ قربانی پیش نہیں  
 کی۔ وہ قربانی مخصوص ہے۔ وہ بیڑ، بکری اور اونٹ کی قربانی نہیں ہے۔ جو حاجی  
 لوگ پیش کرتے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت علی اکبرؑ شہیدِ پیغمبر کی قربانی تھی۔ اس جو ان عزیز  
 کو قربان کیا۔

مناسک حج میں سے ایک سعی ہے۔ جب حاجی ہدی، قربانی اور طواف سے فارغ  
 ہو جاتے ہیں تو سات دفعہ صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ یعنی صفا اور مردہ  
 کے درمیان دوڑتے ہیں۔ سرکارِ مسجدِ الشہداءؑ نے بھی کر بلا میں سعی فرمائی۔ سات دفعہ  
 نہیں بلکہ ستر دفعہ سعی فرمائی۔ خیمہ گاہ کے صفا سے قتل گاہ کے مردہ تک سعی فرمائی۔  
 کبھی خیمہ گاہ سے قتل گاہ کی طرف گئے اور کبھی قتل گاہ سے خیمہ گاہ کی طرف آئے۔ جب  
 بھی "یا ابا عبد اللہ ادرکنی" یا سیدی ادرکنی "یا اخا ادرک اخاک" کی صدا  
 بلند ہوئی حضرت تشریف لے گئے۔ یعنی جب کسی نے کہا یا ابا عبد اللہ میری مدد کیجیے  
 میرے آقا میری امداد کو پہنچے، بھائی جان اپنے بھائی کی مدد کو آئیے تو آپ نے سعی کی  
 کبھی ہر دو فرماتے تھے یعنی دوڑ کر جاتے تھے جس وقت حضرت قاسمؑ کی آواز کو سنا  
 تو دوڑ کر پہنچے جب حضرت قاسمؑ نے پکار کر کہا چچا جان! تو حضور شکرِ زید پر اس طرح  
 جھپٹے جس طرح عقاب شکار پر جھپٹتا ہے۔ پھر غضب ناک شیر کی طرح حملہ کیا۔ مگر حضرت  
 علی اکبرؑ کی آواز پر نہایت آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ جب فرزندِ عزیز کی آواز کو آپ نے  
 سنا جسم کی طمانت جواب دے چکی تھی۔

**حضرت کی نمازِ طہر** | حج کے مناسک میں سے طواف کی دو رکعت نماز ہے  
 حضرت نے اس حج کی دو رکعت نمازِ طواف بھی ادا  
 کی ہے۔ مگر کس حالت میں جبکہ تیروں پر تبر بارش کی طرح برس رہے تھے حضرت



زہیر بن ثعلبہ اور سعید بن عبد اللہ حنفی سے فرمایا یہ ایک کھڑے ہو جاؤ تاکہ  
 نماز ادا کر دوں۔ اس وقت تک آنحضرت کے نصرت اصحاب و انصار شہید ہو چکے  
 تھے، نصرت باقی رہ گئے تھے، اس نماز جماعت کو حضور نے نماز خوف کے طور پر  
 پڑھا۔ اس نماز کے دوران میں صرف ایک تیر نصرت تک پہنچا۔ باقی کے تیر سعید  
 بن عبد اللہ حنفی نے اپنی چھاتی پر لئے وہ آگے بڑھ کر تیر کو اپنے جسم پر لیتے  
 تھے۔ تاکہ وہ تیر سرکار سید الشہداء تک پہنچنے نہ پائے۔ اس قدر تیر آپ کے جسم  
 میں پیوست ہوئے کہ آپ زمین پر گر پڑے۔ اس وقت کہہ رہے تھے اللہم العنہم  
 لعن عاد و ثمود اللہم ابلغ نبیک السکھر و ابلغہ مالقیت من  
 المجرأح فانی احدث بذالک نصرة نبیک صلواتک علیہ  
 اے اللہ! ان پر ایسی لعنت بھیج جیسی تو نے قوم عاد و ثمود پر بھیجی تھی۔ اور اپنے  
 نبیؐ کو میرا سلام بھی پہنچا دے۔ اور انہیں اس مصیبت سے بھی آگاہ فرما دے جو زخموں  
 کی تکلیف سے مجھے پہنچی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے اس فعل سے تیرے نبیؐ صلوات علیہ  
 کی نصرت کا ارادہ کیا ہے۔ سعید پر اللہ کی رحمت و رضوان ہو۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا  
 تیرہ تیران۔ کے جسم پر موجود تھے۔ اور اس کے علاوہ تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے  
 اس کے بعد کہ آپ اس حج کے اعمال سے فارغ ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے کہ  
 عاشور محرم کو ہر قسم کی قربانیوں سے فارغ ہو چکے، بوڑھے اور جوانوں کی قربانیاں  
 پیش کیں، اولاد اور بھائیوں کی قربانیاں، بگاہ روزگار اور عجیب و غریب اصحاب  
 و انصار کی قربانیاں دے چکے تو پھر آخری حج کی آواز سنی، عاشور محرم بعد نماز ظہر  
 آخری حج کے لئے آمادہ ہوئے۔ اس حج میں اس کلمہ مبارکہ کی تعمیل تھی جس میں ان  
 سے کہا گیا تھا۔ قاتل حتی قتلہ اس شان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، کہ  
 خود قتل ہو جاؤ) اس اذان کے مؤذن شہیدہ یغیر حضرت علی اکبرؑ تھے جنہوں نے



سرکار رسالت کی زبان کی باوازیبند اس طرح ترجمانی فرمائی: "ابا! یہ میرے جبر رسول اللہ ہیں اور انہوں نے مجھے ایسے بھرپور پیالہ سے سیراب کر دیا ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی پیاس نہیں رہے۔ اور وہ آپ کو فرما رہے ہیں۔ جلدی کرو، جلدی کرو، اسی وقت آپ کے لئے بھی پانی کا پیالہ لئے ہوئے ہیں اور آپ سے فرما رہے ہیں جلدی کرو، جلدی کرو" یعنی اس اذان کے معنی ہیں "حی علی القتال حی علی القتال" "جہاد کی طرف آؤ، جہاد کی طرف آؤ۔"

ہاں اس جج کی اذان حضرت علی اکبرؑ نے فرمائی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ نماز صبح کی اذان بھی حضرت علی اکبرؑ نے کہی تھی، ہاں جب حضرت علی اکبرؑ نے اس جج آخری کی اذان کہی تو سرکار سید الشہداءؑ نے عالم معنی میں کہا ہوگا۔ "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" "حاضر ہوں میرے معبود، حاضر ہوں" اور عرض کیا میرے معبود! میں نے اپنے اصحاب اور اہل بیت کو تیرے رستہ میں وقت کر دیا ہے۔ ان میں سے میں نے اصحاب و الصغار اولاد و بھائی بھتیجوں کو پہلے ہی تیری سرکار میں بھیج دیا ہے۔ اور ان بیوی بچوں کو تیرے حوالہ کرتا ہوں۔

**روزِ عاشورہ تبدیلی لباس** | عام رسمی جج میں دو پیراہن پہننا مستحب ہے۔ مگر سید الشہداءؑ کے اس آخری جج کا پیراہن احرام

نہ والا ہے۔ فرمایا کوئی پھٹا پُرانا کپڑا لاؤ تاکہ میں احرام باندھ لوں، فرمایا، پُرانا پیراہن ہو، مگر رسمی طور پر پُرانا نہ ہو، بلکہ ایسا پُرانا ہو کہ کوئی اس کی طرف رغبت ہی نہ کرے۔ یہ پیراہن جو پیش کیا گیا پُرانا تھا۔ پھر بھی حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے پارہ پارہ کیا۔ اس پیراہن کے متعلق سرکار سید الشہداءؑ کے علیہ جناب زینبؑ سے یہ الفاظ تھے۔

يَا اَخْتَاهُ اثْبِنِي بِثَوْبٍ عَتِيقٍ لَا يَرْخُبُ فِيهِ اَحَدٌ مِنْ



القوم اجملہ تحت ثیابی لیئلا اجودہ نہ بعد قتل  
 ہن ! پرانا کپڑا لادو جس کی طرف اس قوم میں سے کوئی رغبت نہ کرے  
 میں اسے اپنے کپڑوں کے نیچے ہن لوں گا۔ میا زاد میرے قتل کے بعد اسے  
 کوئی اتارے۔ ان الفاظ کو سن کر عورتوں کے رونے کی آواز اور چیخوں کی صدا  
 بلند ہوئی۔ پھر آپ نے اس کپڑے کو پھاڑا مبادا کوئی اسے اتارے۔ مگر.....

... الفاظ نہیں کہ بیان کر سکوں۔ آپ عمارت میں خود سمجھ لیں۔ اس کپڑے کے  
 ساتھ کیا سلوک ہوا..... حضرت کی نعش کس حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کپڑے  
 کے علاوہ انگلی سے کیا سلوک ہوا اور دونوں ہاتھوں سے کیا کیا کیا نہ

یہ لباس پہننے کے بعد ہر کارِ شہادت نے اپنے اہل و عیال سے ایسی حبدانی  
 کے لئے الوداع کہا جس کے بعد لیٹ کر آنا نہیں تھا۔

مہر کارِ شہادت کے ان جھول میں سے دو جج ایسے بہترین جج ہیں کہ کسی نے  
 ایسے جج نہ اولین میں کہتے ہیں اور نہ آخرین میں سے کوئی کرے گا۔ ان جھول کی  
 ایک تفصیل ہے، ان جھول کے وقوت میں۔ تلخیص ہے، مناسب ہے، قربانیاں  
 ہیں۔ جن کا بیان اس مختصر بیان میں ممکن نہیں۔ بس اب یہی کافی ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ نسئلك یا اللہ

یا اللہ، یا اللہ



باسمہ تعالیٰ

# المجلس الثامن والثلاثون في موضوعات المحرم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبحانك اللهم يا مَنْ تَخَيَّرْتَ فِي اشْعَةِ انوارِ جماله ادهام المتوهمين  
وختا سرت عن ادراك كنه ماله افكار المتفكرين واضمحلت في جوامع  
فوزلت اسم الركان المشتاقين، وتزعزعت لجمال احديته وكمال  
صمديته قلوب العارفين، فحمدك حمد الحامدين وشكرك شكر الشاكرين  
ونؤمن بك ايمان المخلصين ونُصَلِّيْ وَلَسَلَّمْ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِينَ  
وَالْآخِرِينَ الْمُبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَعَلٰى اهل بيته الالهائِبِ المعظمين  
والمساحة المطهرين عليهم افضل صلوة المصلين صلوة دائمة بي واهل  
السموة والارضين - بابي الحسين المقتول بظهر الكوفة كَأَنِّيْ بَدَا لِحُوشِ  
مَادَةِ اعْنَاتِهَا عَلَى قَبْرِهِ تَبْكِيهِ اِلَى الصُّبْحِ -

حضرت امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں، میرا باپ حسینؑ پر فدا ہو  
قبر سید الشہداء کہ جو کوفہ کی پشت پر شہید کئے جائیں گے۔ جناب امیر علیہ السلام  
پر گریہ و بکا کے اس کلام سے اور ایسے ہی اور ذرا لے سے معلوم ہوتا ہے

کہ کربلا بھی ظہر کوفہ ہے۔ کوفہ کی پشت ہے۔ پس یہ سرزمین بھی وادی السلام  
میں داخل ہے۔ پھر فرمایا، گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وحشی حیوانات اپنی گردنوں  
کو اس کی قبر پر رکھے ہوئے اول شب سے صبح تک گریہ و بکا کرتے ہیں  
اس سے پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت سید الشہداءؑ ارواحنا لہ العزا



کچھ خصوصیات رکھتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ وہ خدا نہیں ہیں۔ مگر اپنی مثل نہیں رکھتے نہ زمین  
 میں کوئی اور نہ ان کے اوصیا میں سے کوئی حسین علیہ السلام کی مانند ہے۔ میں اس کے عقول  
 اتالیقی طور پر اشارہ کرتا ہوں۔ جو وقت سے یہ امام مظلوم شہید ہوئے ہیں ان کی قبر پر غلام ہونے  
 والے موجود رہے ہیں۔ نہ انبیاء میں سے کسی کو یہ نہ حیثیت حاصل ہے اور نہ ہی اوصیا میں کسی کو  
 امیر المؤمنین علیہ السلام کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک سرکار شہادت نہیں  
 ہوئے تھے، پرندے شب و روز ان پر گریہ کرتے تھے۔ اپنی گردنوں کو ان کی قبر پر رکھتے ہوئے  
 صبح تک روتے تھے۔ ان کے علاوہ فرشتوں کا گریہ و بکا ہے۔ فرشتوں کی مختلف جماعتیں آنحضرت  
 پر تالہ و تازی کرتی تھیں۔ ان فرشتوں میں سے ایک وہ گروہ ہے جنہوں نے امام حسین  
 علیہ السلام کی نصرت کیلئے اللہ سے اجازت حاصل کی اور وہ چار ہزار فرشتے تھے۔ ان کے  
 سردار کا نام منصور تھا۔

جب یہ کر بلا پہنچے امام علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ انہوں نے سرکارِ  
 گریہ پر حسین  
 عبادت ہے  
 احادیث میں عرض کیا کہ نصرت مظلوم میں سعادت نے ہماری مدد نہ کی  
 انہیں حکم ہوا کہ قبرِ مطہر کے چار میں رہو اور اس مظلوم پر قیامت تک  
 برابر روتے رہو۔ ان تمام فرشتوں کی عبادت امام مظلوم پر گریہ و بکا ہے یہ ہمیشہ روتے  
 ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ سوتے ہیں اور سید الشہداء پر گریہ کرنا ہی ان کی عبادت  
 ہے۔ چونکہ مختلف فرشتے مختلف عبادات رکھتے ہیں ان میں سے بعض ہمیشہ حالت  
 قیام میں ہیں، بعض حالت رکوع میں، بعض حالت سجود میں، بعض تسبیح میں مصروف ہیں  
 بعض تحلیل میں، بعض اور اقسام عبادت میں مشغول ہیں۔ فرشتوں کی ہر نمونہ خاص نوعیت  
 کی عبادت رکھتی ہے۔ وہ بنی نوع انسان کی طرح نہیں ہیں کہ عبادات مختلفہ پر مکلف  
 ہوں۔ فرشتوں کی یہ ایسی نوع ہے کہ ان کی عبادت سرکارِ سید الشہداء پر گریہ و بکا ہے اور  
 یہ قیامت تک شب و روز اسی عبادت میں مصروف ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے خصائص



میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ بصرہ، دمشق اور آل ابی سفیان کے سوا تمام موجودات عالم نے آنحضرت پر گریہ و بکا کیا ہے۔ آنحضرت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس مظلوم کے سوا کسی پر قبل ولادت گریہ و زاری نہیں ہوئی۔ خصوصیات میں سے ایک ان کی قبر منظر کی زیارت ہے، کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کہ بلا کی زیارت نہ کی ہو۔ زیارت کی اور کہا۔ اے سرزمین کربلا تجھ میں مدین تریں پناہ دین ہوگا۔

**ولادت حسینؑ بھی**  
**محلس تھی**  
 سید الشہداء کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ جو باتیں دوسروں کے لئے خوشی اور سرور کا سبب ہیں وہ ان کے لئے اسباب غم و اندوہ ہیں۔ ان کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ نے

جبریلؑ سے فرمایا۔ جاؤ اور میرے حبیبؑ سے ولادت حسینؑ کے سلسلہ میں پہنچو۔  
 تہنیت جی پیش کرو اور تعزیت بھی کرو۔

جب سرکار سید الشہداء کی ولادت ہوئی تو سرکار رسالتؐ نے اسماء بنت عیسٰی سے فرمایا میرے بیٹے حسینؑ کو میرے پاس لاؤ اسماء نے عرض کیا۔ ٹھہریئے میں انہیں پاک کر لوں، ارشاد ہوا تو اسے کیا پاک کر لی اسے اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے۔ لاؤ میرے بیٹے کو مجھے دو۔ اسماء کہتی ہیں کہ میں نے ایشمنیہ کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر سرکار رسالتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ جو نبی کہ حضرت کی نظر اس مولود مسعود پر پڑی فرمایا۔ یا ابا عبد اللہ تھا ہے مصائب مجھ پر کس قدر شاق ہیں۔ سرکار سید الشہداءؑ کی خصوصیات میں سے کثرت عنوانات ہے ان عنوانات میں ایسی چیزیں بھی ہیں، جنکے باعث اللہ تعالیٰ انہیں اس قدر گنہگار ہونے کے باوجود یہ ہو سکتا ہے کہ ابھی بخشہ سے سب ہم عنوانات کو بیان کرتے ہیں۔ اور حضرات چند عنوانات سے زیادہ نہیں رکھتے۔ ان کے عنوانات کی تعداد چار یا پانچ، چھ یا زیادہ سے زیادہ دس ہے۔ لیکن سرکار سید الشہداءؑ کے عنوانات کا شمار نہیں ہے۔ مثلاً سرکار سید الشہداءؑ



کے سر کا بیان ایک عنوان ہے۔ سرکار شہادت کی جبین مبارک کے حالات ایک  
 عنوان ہے۔ سب و دنیا کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ گلوے مبارک  
 کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ سببہ مقدس کی کیفیات کا بیان ایک عنوان  
 ہے۔ دل مبارک کی کیفیات کا بیان ایک عنوان ہے۔ سرکار سید الشہداء کے گزرتے  
 کا بیان ایک عنوان ہے۔ سید الشہداء کے زخموں کا بیان ایک عنوان ہے  
 یہ سید الشہداء کے عنوانات کی ایک قسم ہے۔ اور عنوانات بھی ہیں۔ مثلاً سید الشہداء  
 کے عمامہ کا بیان ایک عنوان ہے۔ پیراہن سید الشہداء کا بیان ایک عنوان ہے  
 لباس سید الشہداء کا بیان ایک عنوان ہے۔ انگشتر سید الشہداء کا بیان ایک عنوان  
 ہے۔ اور عنوانات بھی ہیں۔ ان عنوانات میں حضور کو کیا فی حاصل ہے۔ آپ عنوانات میں  
 لاشریک و بے نظیر ہیں۔ سوائے سید الشہداء کے کوئی ایسے عنوانات نہیں ملتا اور یہ  
 کثرت عنوانات سرکار سید الشہداء کی خصوصیت ہے۔ حضرت کے عنوانات کو بیان کرنا  
 ممکن نہیں۔ مثلاً خود حضرت کا نگاہ فرمانا ایک عنوان ہے۔ حضرت کا خود پہنایا طلب  
 فرمانا ایک طرح کا عنوان ہے۔ روز عاشور آپ کا عمامہ طلب فرما کر سر پر رکھنا ایک  
 طرح کا عنوان ہے۔ آپ نے سرکار رسالت کا عمامہ جسے صحابہ کہتے تھے اپنے سر  
 پر رکھا۔ اب اس کا یہ جوہر کار رسالت کی میراث میں سے تھا، کیوں سر پر رکھا۔ اسکی  
 بھی ایک وجہ ہے۔ اس لئے اس نذر کے عمامہ کو سر پر رکھا تاکہ حجت تمام ہو جائے  
 اور شکر مخالف کو معلوم ہو جائے کہ آپ حجت خدا ہیں۔ کیونکہ اگر آپ حجت خدا نہ  
 ہوتے تو رسول اللہ ص کے عمامہ کا آپ کے پاس ہونا ممکن نہیں تھا۔ جب یہ عمامہ  
 آپ کے سر مبارک پر تھا تو اس عمامہ کے نیچے جو ٹوپی مٹی دوڑکڑے ہو گئی۔ نہیں معلوم  
 کہ آپ نے اس عمامہ نذر کو دوبارہ اپنے سر مبارک پر کس طرح لپیٹا۔ آپ کے نظر  
 فرمانے کا بھی ایک عنوان ہے۔ خود آنحضرت چند مجالس رکھتے ہیں۔



## دوسری محرم کو سید الشہداء کی تقریر

چنانچہ جس وقت آپ وارد کر بلا ہوئے، دوسری یا تیسری محرم تھی۔ آپ نے دو کام کئے۔ پہلے اپنے اصحاب و انصار کو جمع کیا۔ باوجودیکہ حضور اپنے مقصد کی کئی بار

بیان فرما چکے تھے اور توضیح فرما چکے تھے کہ آپ خود شہید ہونے کے لئے کر بلا جاتے ہیں۔ وہاں آپ کے اہل و عیال و اطفال قید ہوں گے۔ ایک دفعہ رکنہ میں ہی فرمایا تھا۔ اے اصحاب و انصار! معاملہ دگر گول ہو چکا۔ حالات کی رفتار یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہمارے لئے فتح اور غلبہ کا امکان نہیں رہا۔ بلکہ ہمارا شہید ہونا ضروری اور حتمی ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب و انصار کو نصیحت فرمائی تھی۔ حمد و ثناء الہی اور اپنے خدا مجد پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا تھا۔ ”جو حالات پیدا ہو گئے ہیں، وہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ دنیا تبدیل ہو چکی ہے۔ اسکی بجائیاں میں نے ہم سے منہ پھیر لیا ہے۔ اب اس سے اتنا بچ رہا ہے۔ جتنا بدتن میں رہ کر رہتے رہے چند قطرے اور ایسی ذلیل زندگی جیسے ناقابل فہم چارہ۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا۔ اور باطل کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ ان حالات میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو جہنم سمجھتا ہوں۔“

جب سرکار شہادت نے ان کلمات کو بیان فرمایا تو بعض سعید رسول نے ان سب پر سلام ہو۔ ان کلمات کے جواب میں کچھ عرض کیا۔ مثلاً نہ میرا بن قین نے عرض کیا ”فرزند رسول! ہم نے حضور کے کلمات کو سنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی ہدایات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے، فرزند رسول! اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ رہتے تو بھی ہم آپ پر فدا ہونے کو ترجیح دیتے اور زندگی کی بجائے موت کو اختیار کرتے حالانکہ یہ دنیا فانی ہے۔“

شب عاشور انصار کی جوابی تقریریں | سرکار سید الشہداء نے ۲ یا ۳ محرم



کو بلکہ شبِ عاشور بھی اپنے اصحاب اور اہل بیت سے ایسے ہی خطابات فرمائے۔ چنانچہ فرمایا میں اٹھ رہ جاؤنگا۔ اس لئے آپ چلے بنائے۔ اصحابِ حسینؑ نے اس کے جواب میں اپنے معروضات پیش کئے۔ چنانچہ انہی زہیر ابن ربیعؓ نے عرض کیا:۔  
 ” قسم بخدا اسے فرزندِ رسول! مجھے تو پسند ہے کہ میں قتل کیا جائوں اور میرے جسم کے اجزاء کو بکھیر دیا جائے۔ اگر ایسا ہزار دفعہ بھی ہو تو مجھے یہ محبوب ہے۔ تاکہ آپ کا اردالِ نوبتِ اول کا جو آپ کے اہل بیت میں سے آپ کے جان اور بیٹے میں قتل ہونا اٹھ جائے۔“

حضرت مسلم بن عوجہؓ نے عرض کیا:۔

” ہم اس حالت میں آپکو چھڑھیا میں اور آپ سے الگ ہو جائیں۔ جبکہ دشمنوں نے آپ کو حواری میں لیا ہوا ہے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم اس وقت تک آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ اللہ جان لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں رسول اللہؐ کے حقوق کی حفاظت کی، حضور کا مقام اس سے ہمیں بلند و بلند ہے کہ حضور سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ بھی علم ہو کہ میں قتل کیا جاؤنگا، پھر مجھے جلا دیا جائیگا اور پھر زندہ کیا جاؤنگا۔ اور میں یہ بھی جان لوں کہ ایسا ستر دفعہ کیا جائیگا۔ تو پھر بھی میں آپ سے علیحدہ ہونے کو تیار نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ آپکی نصرت میں مجھے موت آجائے۔ اب میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ مجھے ایسا ہی قتل ہونا ہے۔ حالانکہ یہ میرے لئے ایسی ابدی سعادت ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔“

حضرت سعید بن عبد اللہ الحنفیؓ نے بھی ایسے ہی کلمات عرض کئے اور یہ معصوم ابن عبد اللہ وہ روح سعید ہیں جنہوں نے نمازِ ظہر کی دو رکعت نمازِ خواتم میں سرکارِ شہادت کی سپر بنکر تیروں کی بارش کو اپنے جسم پر لیا۔ اور شہید ہوئے۔

دوسرے اعوان و انصار نے بھی ایسے ہی معروضات پیش کئے۔ یہاں تک کہ



شبہیر پیغمبر حضرت علی اکبرؑ اور شبہیر جناب امیر عباسؑ نے بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا اس پر سرکارِ شہداءؑ ارواحِ صالحہ القدس نے فرمایا تھا۔

”ہیں اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور نیک کردار کسی کے اصحاب کو نہیں پاتا ہوں اور نہ اپنے اہل بیت سے زیادہ صلہ رحم کرنے والے اور نیکی سے پیش آنے والے کسی کے اہل بیت دیکھتا ہوں۔ خدا تمہیں میری طرف سے بہترین جزا دے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ لوگ کل سے زیادہ نہیں نہلت دیں گے۔ کہ ہم زندہ رہیں۔ تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہارے لئے کوئی روکاؤٹ نہیں ہے رات پر تار سچا کے پودے چھائے ہوئے ہیں اس رات رات میں نکل جاؤ۔“

ایک اور دلدوز اور جانسوز فقرہ بھی ارشاد فرمایا:-

”ہر شخص میرے خاندان کے کسی شخص کا ہاتھ کاٹ کر اسے بھی ساتھ لے جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کو میرے سوا اور کسی سے کام نہیں ہے۔“

اس کے جواب میں حضرت عباسؑ نے ابتدا فرمائی اور کہا:-

”ہم ہرگز الیا نہیں کریں گے کہ آپ کے بعد دنیا میں باقی رہیں۔ خدا الیا نہ کرے کہ ہم آپ کے بعد باقی رہیں۔“ اس کے بعد حضرت علی اکبرؑ حضرت قاسمؑ اور دوسرے افراد اہل بیت نے حضرت عباسؑ کی طرح فداکارانہ جذبات کا اظہار کیا۔

پھر سرکارِ شہادتؑ نے حضرت عقیلؑ کی اولاد پر مخصوص نظر ڈالی اور فرمایا:-

”تم میں سے مسلمؑ کا میری نصرت میں شہید ہونا کافی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ“ انہوں نے جواب دیا:-

”سبحان اللہ! آپ کو چھوڑ جائیں تو لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے کہ انہوں نے اپنے سردار اور آقا کو اور اپنے چچا کی اولاد کو جو انکا بہترین چچا تھا چھوڑ دیا۔ اور ان کے ساتھ تیروں اور نیزوں کا نشانہ بننے اور تلواریں کھانے سے دریغ کیا



ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے یہ کیا کیا۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کہ اپنی جانوں اور اپنے خاندان کو آپ پر فدا کر دیں گے۔ ہم جنگ کریں گے۔ تاکہ آپ کی طرح شہید ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد زندگی کو ہمارے لئے بھیجے اور ناسازگار قرار دے۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں کہ ہم اپنے آقا اور سرور کو چھوڑ جائیں۔

سرکار سید الشہداء ارواحنا لہ الخدا کے اصحاب و اہل بیت ایسے تھے۔ جنہوں نے اپنے فداکارانہ معروضات کو اس شان و فاسے پیش کیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی سرکار سید الشہداء کے ہمراہ ہوئے تھے۔ جنکی غرض طبع دنیا اور مال کا لالچ تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا اور انہوں نے جان لیا کہ سرکار سید الشہداء شہید ہو جائیں گے تو پھل دیئے۔ پس جو لشکر متادہ جدا ہو گیا اور جو اہل اند اپنے تھے انہوں نے انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص امام کو اس حالت میں تنہا چھوڑ دے اور چلا جائے وہ اہل دنیا و اہل باطل سے ہے اور باطل پستوں کی طرف مائل ہے۔ پس یہ جماعت ملعونہ بھی لشکر عمر سعد میں شامل ہو چکا ہے

علیہما السلام جناب سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرے پیر بزرگوار نے فرمایا تھا۔ "ہم اہل بیت کے نزدیک فریب اند مکاری

شعب عاشور

وہ اس اندھیری رات میں چنا جائے۔ اور جو جان دینے میں ہماری مدد کرے گا وہ جنت کے بلند درجوں میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ تحقیق میرے جد بزرگوار نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ کر بلا میں گیا و تنہا اپنا سا عالم سفر میں شہید ہوگا۔ اس عالم میں جس نے اسکی مدد کی گئی میری مدد کی اور اس کے بیٹے القائم کی مدد کی جو شخص زبان سے بھی ہماری مدد کرے وہ قیامت کے دن ہماری جماعت میں ہی ہوگا۔"

علیہما السلام جناب سکینہ خاتون بیان فرماتی ہیں کہ ابھی میرے پیر بزرگوار کا یہ کلام



ختم نہیں ہوا تھا کہ لوگ دس دس بیس بیس کر کے چلے گئے۔ اور جو باقی رہ گئے ان کی تعداد ستر اور اسی کے درمیان تھی۔ میں نے اپنے پیر بزرگوار کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ رخ اور بقیاری میں سر کو جھکائے ہوئے تھے۔ جب میں نے اس حالت کو دیکھا تو روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔ پیر میں نے فبط کیا اور ساکت ہو کر آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔

”اے معبود! انہوں نے ہمیں رسوا کیا، تو انہیں رسوا کر، ان کی دعاؤں کو قبول نہ فرما اور انہیں روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہ دے۔ ان پر فقر و فاقہ کی مسلط فرما۔ اور انہیں میرے جد کی شفاعت سے محروم فرما“

اس کے بعد میں روتی ہوئی اپنے خیمہ میں آئی۔ میری چھوٹی ام کلثوم کی نظر مجھ پر پڑی بوجھا۔ بیٹی! روتی کیوں ہو؟ میں نے شکریوں کی بے وفائی کو بیان کیا کہ وہ کس طرح میرے پیر بزرگوار کو سفر میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے بندہ آواز سے رونا شروع کیا اور کہا ”کاش کہ یہ دشمن اس بات پر رضامند ہو سکتے کہ میرے بھائی کے عرصہ غم سب کو قتل کریں“ گریہ دیکھا کہ آواز سن کر سب عورتیں جمع ہو گئیں اور رونا شروع کیا۔

دوسری قسمی قسمی | ان تو دوسری یا تیسری تاسیخ کو ایک کام تو حضرت نے یہ کیا کہ اپنی اولاد اپنے عبادتوں اور اصحاب و انصار کو جمع

کئے چلے جانے کے لئے کہا۔ جو سہارا دینا دیتے تھے سارے ہوئے بخت تھے پہلے گئے

دور کا کام جو اسی تاریخ کو حضور نے کیا یہ تھا کہ خاندان رسالت کے تمام مردوں اور عورتوں کو

ایک شہر میں جمع کیا۔ ان پر ایک نظر ڈالی اور پھر لوری ایک ساعت روئے رہے۔ یہ

والعہ ایک تفصیل دیتا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں (مواہبات کی تالیف الارشاد والاعزا

اردو ترجمہ المواہبات والبقا میں یہ تفصیل موجود ہے جو معلوم کرنا چاہے تو اس کتاب کی

طرف رجوع کرے)



ہم نے بیان کیا ہے کہ سید الشہداء کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت  
 کثرت وسائل ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ شاد والعزاکم عنہ کیجئے (آنحضرت کے  
 وسائل شمار سے بلند و بالا ہیں۔ وہ تمام فضیلتوں سے دنیا کی شہادت ہو سکتی ہے  
 مگر سید الشہداء رکھتے ہیں۔ اور ان وسائل میں سے بلند ترین وسیلہ یہ ہے کہ انسان  
 روزِ عاشوراء حضور کی نصرت میں حضور کے ساتھ شہید ہوا ہو۔ چونکہ سید الشہداء اور  
 ان کے نما اہل حق شہداء کے کر بلا دین خدا کی نصرت و یاری میں شہید ہوئے ہیں۔ اگر آپ صبی  
 دین اور اہل دین کی نصرت کے مقام کو حاصل کریں تو ان شہیدوں کی مانند ہو جائیں گے۔  
 جو آنحضرت کی رکاب میں شہید ہوئے۔ اب اگر آپ معرفتِ امام میں کوشش کریں تو آپ  
 بھی انکی مانند ہو جائیں گے۔ جو سید الشہداء کی رکاب میں شہید ہوئے ہیں۔ ان حضرات نصرت  
 کے وسائل بہت ہیں۔ اور یہ بھی آنحضرت کی خصوصیات میں سے ہے کہ انسان ان مسائل  
 کو ایک مجلس میں جمع کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ شہادت کے مرتبہ کو بھی پاسکتا ہے۔ آنحضرت کے  
 وسائل میں سے آنحضرت کی معرفت بھی ہے۔ آنحضرت کی زیارت بھی ہے۔ آنحضرت  
 کی نصرت بھی ہے۔ آنحضرت پر رونا بھی ہے۔ اور خیر ذالک۔ یہ وسائل کثیر و بکر  
 شہادت رکھتے ہیں یہ نہ سمجھئے کہ ہر رے لئے ہی ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء و اوصیاء علیہم السلام  
 کے لئے بھی ہیں۔ مثلاً ان میں سے ہر ایک ان وسائل سے متوسل ہوا ہے۔ مثلاً آنحضرت  
 کی معرفت انبیاء و اوصیاء کیلئے بھی ایک وسیلہ ہے۔ ان وسائل میں سے ایک وسیلہ  
 زیارت کرنا ہے۔ یہ تمام انبیاء و اوصیاء کے لئے بھی ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے  
 کرنا کی زیارت نہ کی ہو اور اس سر زمین کو ان الفاظ سے خطاب نہ کیا ہو "تقدیر ایک  
 روشن ترین چاند دن ہوگا۔"

سید الشہداء کے وسائل میں سے ایک  
 وسیلہ سید الشہداء پر گریہ و بکا ہے

سید الشہداء پر متصوّر ہوں گا رونا



تمام انبیاء نے بھی سرکارِ شہادت پر گریہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سب سے زیادہ گریہ سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان کے بعد اس صاحبِ قبر مطہر حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا گریہ اپنے فرزندِ مظلوم پر سب سے زیادہ تھا۔ صرف ایک واقعہ اس امر کا شاہد ہے کہ علی مرتضیٰؑ کا گریہ کس قدر شدید تھا۔ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں خدمتِ جناب امیر علیہ السلام میں تھا۔ جب حضور صفین کی طرف تشریف لیجا رہے تھے جب ہم بنوا پیحے اور وہ فرات کا کنارہ ہے تو جناب امیرؑ نے بہ آواز بلند فرمایا۔ ابن عباس کیا تم اس زمین کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ! میں نہیں جانتا۔ فرمایا اگر تو اسے اس طرح جانتا جس طرح میں جانتا ہوں تو میری طرح روئے بغیر یہاں سے نہ گزرا۔ پھر آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی ریش اقدس تر ہو گئی اور آنسو جاری ہو کر سینے پر بہنے لگے۔ اور حضور پر اب فرما رہے تھے میں اور آل ابی سفیان سے کیا واسطہ میں اور شیطان کے لشکر اور اولیائے کفر سے کیا تعلق پھر آپ نے سید الشہداءؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا ابا عبد اللہ صبر کبھیو۔ تیرے باپ کو بھی ان سے ایسا ہی دوچار ہونا پڑے گا جیسا تجھے، اس کلامِ اقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید الشہداءؑ وہاں موجود تھے اور جناب امیرؑ اس طرح سے گریہ و زاری فرما رہے تھے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ ان بزرگوں کی کس واقعہ کے متعلق کیا حالت تھی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، نماز پڑھی اور سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے اور فرمایا۔ میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے اس وقت خواب دیکھا پھر آپ نے اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔ اور فرمایا میں نے دیکھا کہ یہ تمام سرزمین خون سے بھر گئی، خون ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس میں میرا بچہ میرا شیل (بہادر بیٹا) میرے جگر کا ٹکڑا غرق ہو رہا ہے۔ برابر فریاد کرتا



اور کوئی اس کی زیادہ کو نہیں پہنچتا پھر آپ اور ملک اس واقعہ کے متعلق اور کچھ ہے  
 تو میں رو رہا ہوں کہ ہم بھی اس کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اس وقت وہ مسئلہ کہ  
 بیوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ہم بھی باہر نہ رہتے۔ اس مجموعہ میں کہ جناب  
 امیر علیہ السلام کا بیوش ہو کر کرنا اسی سر زمین پر تھا۔ جہاں سرکار علیہ السلام کر رہے تھے  
 اور اس بیوش ہونے کے متعلق چند احتمال میری نظر میں ہیں۔ غالباً آپ ہفت روزہ  
 کے تمام مناظر نظریں لئے اور بیوش ہو گئے۔ المختصر سید الشہداء پر جب سے زیادہ  
 رونے والوں میں جناب رسول اللہ کے بعد جناب امیر ہیں۔

سید الشہداء کا  
 پہلا زائر

سید الشہداء کا سب سے بڑا زائر آپ کی شہادت کے  
 بعد جس کے پہلا زائر کون ہے؟ جو اس صاف کی زیارت کے  
 لئے آیا وہ جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں۔ مگر یہ مشہور ہو گیا ہے

حقیقت میں جس نے زیارت اور زیارت کی تمام شرائط ادا کیں زیارت کے  
 معیار پر پوری اتریں جو کرب و بے چینی کا خزانہ تھیں، گرد و غبار میں لائی ہوئی تھیں جو  
 فاقہ کش بھی تھیں اور پیاسی بھی تھیں، وہ پہلی زائرہ ام المصائب علیہا جنازہ لے گئی  
 ہیں۔ ان کی طرح کسی نے سید الشہداء کی زیارت نہیں کی۔ قبر مظهر سید الشہداء کو  
 بوسہ دینا آداب زیارت میں سے ہے۔ جب علیہا جناب زینب زیارت کے لئے  
 آئیں قبر مظهر تو سختی ہی نہیں کہ اسے بوسہ دیتیں۔ اس لئے قبر اقدس کو نہیں چوما۔ بلکہ جبہ الطہر  
 پر بوسہ دیا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ بوسہ کے لئے جسم الطہر پر کوئی حکم تھی بھی یا کہ نہیں، جسم  
 الطہر پر کوئی مگاہہ ایسی نہیں تھی جو زخموں سے خالی ہو۔ جب مہارک کو چومنے کے  
 بعد آپ نے اپنے جبرامجد سرکار رسالت سے خطاب کیا۔ اور سلام کے عرض کیا۔  
 ہائے ناز محمد آپ پر تو آسمان کے مالک نے لہو دھجیا اور یہ آپ کا حسین  
 خاک و خون سے آغشته جس کے اعضا سدا بہہ چکے ہیں پڑا ہوا ہے۔ پھر



جناب امیر، جناب سیدہ اور جناب حسن کو سلام کر کے ایسے ہی نفرت عرض کر کے  
مخدومہ کو بن زینت مناسبت سیر الشہداء کی پہلی زادہ میں جو زیارت کی تمام شرطوں  
کو عمل میں لائیں۔ بھائی کے حیدر مبارک کی زیارت کے لئے آئیں۔ پائین پاکی  
طرف سے زیارت کی بالائے سر آئیں۔ چاہا کہ بالائے سر کی زیارت کریں۔ میرا قد  
نہیں تھا۔ بالائے سر کے عوض لگاؤ سے برویدہ کی زیارت کی۔ جب کوفہ میں آئیں تو بالائے  
سر کی زیارت بھی کی۔ معلوم نہیں کہ دور کی زیارت کی یا نزدیک کی، معلوم نہیں کہ  
میر مبارک کا بروہ بھی نصیب ہوا کہ نہیں، استفادہ معلوم ہے کہ میر مبارک نزدیک ہی تھا  
میر قدس پر نظر پڑی۔ اسی حالت میں اپنے سر پر کربند کیا اور غسل کی لکڑی سے  
دے مارا۔ خدا معلوم کیا کیا نظر آیا۔ کہ اس طرح بے چین ہو گئیں۔

آج مجھے اس بات کو بیان کرتا مرنظر تھا کہ انسان اگر چاہے تو ایک ہی  
مجلس میں تمام وسائل سید الشہداء کو جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان  
اہم کے ساتھ شہید ہونے والوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ جابر ابن عبد اللہ انصاری  
نے کربلا پہنچ کر شہداء کے کربلا سے خطاب کیا۔ اور اس طرح سے کہا۔ لقد شارکناکم  
یعنی رکاب سید الشہداء میں شریک ہونے کے لحاظ سے ہم بھی آپ کے شریک  
ہیں۔ اس نابینا صحابی کے عصا کش عطیہ نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے  
شریک ہو جائیں۔ حالانکہ نہ ہی ہم نے تلوار چلائی نہ ہی جہاد کیا اور نہ ہی ہم شہید ہوئے  
ان معید رسول نے سید الشہداء کی زبان میں اپنی جانیں قربان کیں۔ اپنے سر فدا  
کئے۔ مال لگا دیئے اور نواسہ رسول کی نصرت میں شہید ہوئے۔ جابر نے کہا میں  
نے اپنے آقا سرکار و محال کی زبان سے سنا ہے۔ من احب عمل قوم فرس  
منہم۔ جو شخص کسی قوم کے عمل کو پسند کرے وہ اسی قوم میں سے ہے۔  
خدا کی قسم میری یہی نیت تھی اور میرے ساتھیوں کی بھی یہی نیت تھی۔ اگر روز عاشور



ہم ہوتے تو اب اسے رسولِ آپا اپنے حضرت خدا کرتے اور اس معلوم کی بنا پر اپنی جان بچاتا  
 کرتے اس سے معلوم ہوا کہ انسان شہداء سے کہ بلا سکے ساتھ شریک ہو سکتا ہے  
 جب آپ نے یہ بیان لیا تو اس سے بالاتر ہی ایک مقام ہے کہ انسان شہدائے  
 شہید ہونے والوں میں شریک ہو جائے وہ خود مستقل طور پر شہید ہونے والا ہو جائے یہ  
 امر سرکارِ سید الشہداء کے دستانِ ثمانیہ میں سے ہے۔ سرکارِ اراوہ یہ ہے کہ  
 میں اس خصوصیت کو اس وقت بیان کروں جبکہ میں پہلی محرم سے عشرہ محرم تک  
 بلکہ تیرہ محرم تک کر بلا میں رہوں اور وہاں موقع بھی بیان کروں اور سرکارِ سید الشہداء  
 کے مصائب بھی بیان کروں۔ میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کر سکتا۔ جب تک  
 کہ مشرقت بکربلا نہ ہوں۔ میں نے سا اہل سال سے یہ عہد کیا تھا ہے کہ میں ان  
 حضرات کے سامنے بیان کروں جو یوم عاشورہ مشرقت بنیارت کر بلا ہوتے ہیں کہ  
 وہ مجھے ثواب بنیارت میں شریک کریں اور میں بھی ان کو اس مجلس کے ثواب  
 میں اپنا شریک قرار دوں۔ انشاء اللہ۔  
 نسألك - اللّٰهُمَّ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ



باسمہ تعالیٰ

## وَمِنْ مَوْعِظَتِهِ فِي بَعْضِ الْجُمُعَاتِ

مِنَ الصَّغْرِ ظَاهِرًا ۱۳۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ يَا إِلَهِي وَحِيدُكَ لَا أَحْصِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ كَمَا  
 أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ يَا مَنْ بَكَلَّتْهُ قَامَتِ السَّمُوءُ السَّبْعُ  
 وَاسْتَوَتْ الْأَرْضُ الْمُهَانُ وَثَبَّتَتْ الْجِبَالُ الرُّوَاسِي وَقَامَتِ عَلَى  
 حَدِّ وَحْدِهَا الْبَحَارُ يَا مَنْ اقْرَبْتَ لَكَ بِالْعِبَادَةِ الْعَالَمُونَ وَذَلِكَ  
 لَكَ الْمُتَعَزِّونَ وَتَوَاضَعَ لَكَ الْمُتَكَبِّرُونَ نَحْمَدُكَ اللَّهُمَّ وَلِجَدِّكَ  
 مِنْ نَحْمَائِكَ وَنَشْكُرُكَ وَالشَّاكِرُونَ الْأَبِيدُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى  
 سَيِّدِ أَمْثِلَائِكَ مُحَمَّدٍ أَفْضَلِ أَصْفِيَاءِكَ وَأَشْرَفِ أَنْبِيَائِكَ  
 الْحَبِيبِ الْمُهَذَّبِ وَالصَّقِيِّ الْمُقَرَّبِ وَالنَّبِيِّ الْمُنْتَجِبِ وَالرَّسُولِ  
 الْمُنْتَجِبِ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ أَيْمُنُ الْأَعْلَامِ وَمَصَابِيحِ الظُّلَامِ  
 وَمُبِينِي الْحُلَالِ وَالْحَرَامِ وَالِدَعَاةِ إِلَى دَارِ السَّلَامِ السَّادَةِ  
 الْأَتْقِيَاءِ الْمَوْضُوعِينَ الشَّرِيعَةِ الْعَزَّاءِ عَلَيْهِمْ مِنَ اللَّهِ الْأَفْ  
 الْحَيَّةِ وَالثَّنَاءُ مَا دَامَتِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ

عِبَادَ اللَّهِ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَتَجَمُّوا  
 وَتَعَلَّمُوا أَفْهَمُوا وَالظُّرُوفَ أَفْهَمُوا  
 وَتَسَلَّمُوا أَنْفُسُكُمْ أَمْهَلُوا وَفِيْلَا وَمِنْكُمْ أَجْمِيلًا وَاحْذَرُوا



الذُّنُوبِ الْمُورِثَةِ الْعُيُوبِ الْمُسْتَخْطِیَةِ - اُولَیْهِ الْاِصْطِرَاقُ  
وَالْعَافِیَّةُ وَالْمَتَاعُ هَلْ مِنْ مَنَاصِبٍ اَوْ خِلَافٍ اَوْ مَعَادٍ اَوْ  
اَوْ مَعَادٍ اَمْ لَا رَفَاقٍ تَوْفِیْكَوْنُ ( اَمْرَیْنِ لَصِ فُوتِ اَمْرِیَا ذَا  
تَفَرُّوْنَ وَارِثًا حَفَظُ اَحَدٍ كَمِنْ اَلْاَرْضِ ذَاتِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ  
قَبْدٌ وَوَقْدٌ مُتَعَفٍّ اَعْلٰی خَدَمَ الْاَلَانِ عِبَادَ اللّٰهِ وَالْخَنَازِ  
مُهْمِلٌ وَالرُّوْحُ مُرْسَلٌ فِی فِیْنَةِ الْاِرْتِیَادِ وَرَاحَةِ الْاَكْبَادِ  
وَبَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ وَمَهْلُ الْبَقِیَّةِ وَاعْزَافِ الْمَشْهَةِ وَالنَّظَارِ  
التَّوْبَةِ وَالْفِتَاحِ الْجَوْبَةِ قَبْلَ الضُّعْفِ وَالْمُضِیْقِ وَالرُّدْعِ  
وَالنَّهْوِ قَبْلَ قَدْرِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاحْضِیْهِ الْعَرِیْزِ الْمُقْتَدَرِ

بندگانِ خدا! وہ لوگ آج کہاں ہیں جنہیں طولانی عمریں دی گئیں اور

**اردو ترجمہ** انہوں نے عیش میں زندگی بسر کی، جنہیں حکامِ الٰہی کی تعلیم دی گئی

اور انہیں وہ خوب سمجھے (مگر ان پر عمل پیرا نہ ہوئے) جنہیں مہلت دی گئی مگر انہوں  
نے غفلت برتی۔ انہیں صحت و سلامتی عنایت کی گئی۔ مگر وہ اسے بھول گئے  
انہیں عرصہ دراز تک ڈھیل دی گئی۔ عمدہ نعمتیں عطا کی گئیں مگر انہوں نے  
سے دُعا کیا، اے ابوالعظیم کے وعدے کئے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ ہلاک کرنے  
والے گناہوں اور خدا کو ناراض کر دینے والے عیبوں سے ڈرو اور پوہیز کرو۔

اے آنکھ کہاں والو! اے صحت و سلامتی والو! اے مال و متاع والے انسانو! کوئی

بچنے کی جگہ ہے؟ کوئی رہائی پانے کی جگہ ہے؟ کوئی پناہ لینے کی جگہ ہے؟ کوئی بھاگ

کر جانے کی جگہ ہے؟ کوئی پٹ کر جانے کی جگہ ہے بھی یا نہیں اور وہ یقیناً

نہیں ہے، پھر تم کدھر بکے جاتے ہو یا کدھر پھرے جاتے ہو یا کس دھوکے میں

پڑے ہوئے ہو۔ دیکھو اس لمبی چوڑی زمین میں تم میں سے ہر شخص کا حصہ ان کے



قامت کے بقدر ہے (قبر ہے) بہاں وہ اپنے رخسارے کے بل خاک آلود پڑا ہو گا۔  
 بندگانِ خدا اس وقت جبکہ کلا گھوٹنے والی رسی کھلی ہوئی ہے اور روح (موت کے  
 پنجے سے) آزاد ہے، حق کی جستجو کے لئے گھڑی ملی ہوئی ہے۔ جسموں کی راحت حاصل  
 ہے۔ اکٹھا ہونے کے موقع ملے ہوئے ہیں، یقینہ زندگی کی مہلت موجود ہے، آلِ توبہ  
 کی مہلت اور حاجت کی کش دگی کے زمانہ میں قبر کی تنگی اور پریشانی سے اور آخرت کے  
 خوف و اضطراب سے قبل غائب موت کے آنے اور خدائے غالب کی گرفت سے پہلے  
 پہلے عمل کر لو۔

**خطبہ عزائے کا اثر** کیا آپ نے اس موعظہ کو پہچان لیا؟ یہ موعظہ کے بانی امیر المومنینؑ  
 کا ایک موعظہ ہے۔ اس موعظہ کو موعظہ عزائے کہتے ہیں۔ یعنی  
 روشن و عطا و نصیحت حضور کے موعظہ حسنہ میں سے ہر موعظہ ہی روشن ہے۔ آپ کے  
 کلمات مبارکہ کلامِ خالق کے بعد کلامِ مخلوق سے بالاد برتر ہیں۔ روایت میں وارد ہوا ہے  
 کہ جب حضور نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو لوگوں کے جسم کانپنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو  
 روال ہوئے اور دل کانپ اٹھے۔

**ایک سوال** مجھے معلوم نہیں کہ آپ پر اس کا اثر ہوا ہے یا کہ نہیں؟ اگر آپ  
 متاثر ہوئے ہیں تو پھر سمجھ لیجئے کہ انشاء اللہ وہ غائب نظر یعنی  
 عزرائیل کے آنے سے پہلے اس اثر نے آپ کے امور کو درست کر دیا ہے، ورنہ  
 آپ ہلاک ہو جاتیں گے۔ میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔ یہ موعظہ اس لئے  
 ہے تاکہ سننے والا متوجہ ہو جائے۔ اور جان لے کہ وہ کس حالت میں ہے۔ اور  
 سمجھے کہ اس کا انجام کار کس طرح ہے۔ کیا اسکی عاقبت بخیر ہے یا عاقبت بخیر نہیں؟  
 جو شخص سمجھتا ہے کہ اسکا انجام نیک ہے اسے وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں۔ بس  
 اس شخص کو غرور نے ہلاک کر دیا ہے۔ لیکن جو شخص نہیں جانتا کہ اسکا انجام بخیر ہے یا نہیں



اور وہ انجام پر غور و فکر کرتا ہے اور وہ نصیحت کو سنتا ہے اس کیلئے میں کہتا ہوں کہ پناہ  
ہوں کہ بڑے انجام کو بیان کروں۔ انسان کا انجام کس طرح بننا چاہئے۔ میں  
انہیں دعوت کو بیان کرنا چاہتا ہوں آپ ان پر غور کریں کہ بڑے انجام سے بچنے کی کیا  
صورتیں ہیں؟ اور اس طرح اصلاح حال کر سکیں۔ آپ کیلئے بچنے کی جگہ ہے، رانی  
پاسنے کی جگہ ہے اور جائے پناہ ہے۔ آپ انجام کار کو درست کر لیجئے۔ وعظ و  
نصیحت کے بانی فرماتے ہیں آیات و ان یاخذک الموت بغتۃً ایمنہ و  
کہ موت اچانک آجائے۔

**بُڑے انجام کی صورتیں** | انسان کے بڑے انجام کی پہلی صورت یہ ہے کہ وہ  
دنیا سے ایمان کو کھو کر نصیحت ہو۔ یہ انسانی حالتوں

میں سب سے بُری حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کھائی ہے کہ جو شخص دنیا سے بے  
ایمان جھانٹے گا اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ قسم یہ ہے کہ جہنم کو تمام انسانوں اور  
نباتات کافروں سے پہلے کیا جائے گا۔ اس قدر آپ جان لیجئے کہ جو شخص دنیا سے  
بے ایمان جائیگا اگر اس نے ہزار ہا ہزار سال عمل کیا ہے اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں  
اگر انسان میں ایمان نہ ہو اور وہ ایسا عمل کرے جس سے بڑا عمل کوئی نہ ہو تو اس کیلئے  
اس عمل کا بھی کوئی ثمر نہیں ہے۔ مثلاً کوئی عمل سرکارِ رسالت کی رکاب میں مارے جانے  
سے بڑا نہیں ہے۔ اگر انسان بغیر ایمان کے شہید بھی ہو جائے۔ اس کے لئے  
کوئی فائدہ نہیں۔

**بُڑے انجام کی مثال** | چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکارِ رسالت  
کے ہمراہ تھا۔ لوگوں نے عرض کیا یہ شخص بہت اچھا

ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ نہیں اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص میدان  
جنگ میں چلا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور وہ میدان جنگ میں چلا گیا ہے۔ جہاد



کہا ہے۔ حضرت نے پھر فرمایا اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اٹھا ہوا زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے پھر عرض کیا۔ حضور اب تو وہ زمین پر گر پڑا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا اچھا آدمی نہیں ہے۔ ایک شخص اس کے آخری وقت اس کے ہر ہلنے پہنچا اور کہا تو کیا خوش نصیب ہے۔ میں تجھے بہشت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے یہ کام بہشت کے لئے نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کیا ہے کہ لوگ مجھے غیور کہیں۔ اس کا یہ سارا عمل غیرت کے لئے تھا۔ الفرض ایمان کے بغیر کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر کارِ سید الشہداء کی زیارت اور گریہ و بکا میں یہ خاصیت قرار دی ہے کہ وہ سوائے ایسے گناہ کے جو انسان کو ایمان سے خارج کر دے۔ باقی سب گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ ایسے شخص کے لئے جو خارج از ایمان ہو جائے یہ عمل بھی فائدہ بخش نہیں ہے۔ ہاں بے ایمانی اس قابل نہیں چھوڑتی، کہ انسان کو کسی عمل کا فائدہ پہنچ سکے۔ اب میں بے ایمانی کی علامتوں کو بیان کرتا ہوں۔ کہ اگر خدا نخواستہ آپ میں خود وہ علامتیں موجود ہوں تو ابھی وقت ہے کہ آپ اسکا علاج کر سکیں، تدارک کر سکیں۔ وہ چند چیزیں ہیں جو بے ایمانی کی نشانیاں ہیں۔

**بے ایمانی کی علامتیں** | بے ایمانی کی علامتوں میں سے ایک علامت نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ منافقتیں

پست ترین درجہ بہتم میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی علامتیں اس طرح بیان کر دی ہیں۔ کہ منافق وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ نہانہ پڑھنے میں سستی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَخُودُوْنَ النَّاسَ وَاِذَا قَامُوْا اِلَىٰ رَبِّهِمْ



الناس ولا يبن كورون الله إلا قليلا۔ تحقیق منافق وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو شیعہ کہتے ہیں۔ لوگوں کے طے ریاکاری کہتے ہیں اور خدا کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت عرصہ۔ میں لوگوں میں رہا ہوں وہ منافق ہیں۔ یہ نفاق کی نشانیاں ہیں جو بے ایمانی کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ اس لئے اگر انسان میں ایمان موجود بھی ہو تو نفاق کی وجہ سے رخصت ہو جاتا ہے۔

**معاصی فعلیہ دائمیہ** | بے ایمانی کی ایک علامت گناہوں کا زیادہ کرنا ہے ایسے گناہ جو دائمیہ ہوں۔ فعلیہ دائمیہ وہ گناہ ہیں جو کسی شخص کے تمام حالات میں ہی گناہ لکھے جاتے ہوں اگر وہ سویا ہوا ہو یا عبادت کر رہا ہو۔ مثلاً نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے نامہ اعمال میں نماز کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے اور گناہ بھی لکھے جاتے ہیں۔ اور ایسے گناہ بہت ہیں۔ ان میں سے ایک گناہ حج کرنے میں دیر اور تاخیر کرنا ہے۔ جب حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور حج کے لئے نہ پہنچے، جب تک وہ حج کے فریضے سے سبکدوش نہ ہو اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جائیں گے۔ فعلیہ دائمیہ ایسے گناہ ہیں کہ جو ہمیشہ نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں مثلاً نامحرم پر نظر کرنا۔

الغرض اگر کوئی شخص گناہ یا ان دائمیہ فعلیہ زماہ کہے یہ بھی بے ایمانی کی علامت ہے۔ فی الجملہ اگر ایمان رکھتا بھی ہو تو اس سے ذرائع ہو جائے گا۔ خصوصیت سے اگر وہ توبہ نہ کرے اور خوف خدا بھی نہ رکھتا ہو۔

یخرجونهم من النور الى الظلمات (انہیں روشنی سے نکال کر تاریکی میں لیجاتے ہیں) چند آیات ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اَسَاءَ السَّوْعَ اَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوا بِهَا



یستہزؤن۔

پھر ایسے لوگوں کا انجام جہنوں نے گناہ کئے اور وہ آیات الہیہ کو ٹھیکہ کرتے تھے اور ان پر سنہی اڑاتے تھے۔

یہی وہ آیت ہے جسے علیا جناب زینب نے مجلس یزید ملعون میں یزید ملعون کیلئے پڑھا کہ تو زیادتی گناہ کے اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آیات الہیہ کی تکذیب کر رہا ہے بلکہ ان پر سنہی اڑاتا ہے۔ الغرض گناہوں کا زیادہ کرنا ایمان کے ہاتھ سے نکل جانے کا سبب ہے۔ ایمان اللہ پر، رسول پر، آئمہ پر قرآن پر اور عقیدہ معاد یعنی قیامت پر یقین اور ایسے ہی دوسرے ادھار دین پر اعتقاد رکھنا ہے۔

**ایمان مستقر و مستودع** | اور یہ ایمان دو قسم کا ہے۔ ایمان مستقر اور ایمان مستودع ایمان مستقر وہ ایمان ہے جو قائم رہتا ہے اور ہاتھ سے

نہیں نکلتا، ایمان مستودع چونکہ عاریتہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ایمان مستودع وہ ہے جو زندگی میں چلا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ زندگی کے آخری لمحہ پر رخصت ہو جائے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ آخری وقت ایمان کو لے جاتے ہیں۔

**استخفاف نماز** | روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص بے اعتنائی اور بے توجہی سے نماز پڑھتا تھا اور نماز کو سبک سمجھتا تھا۔ سرکار رسالتؐ نے

اس سے فرمایا تو نماز میں کوئے کی طرح اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ ابی القاسمؑ کی جان ہے کہ جو شخص نماز کو خفیف اور معمولی سمجھتا ہو امر جائے موت کے وقت اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے (واللہ ی نفس ابی القاسم بیدہ من مات استخفا بالصلاۃ ینہب الایمان عنہ

عنہ مرقہ)

**تارک حج باوجود استطاعت** | بعض اور بھی ایسے انسان ہیں جن کا



ایمان مرنے کے وقت ان سے لے لیا جاتا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعتیں لگاتے ہیں اور مکہ معظمہ نہیں جاتے۔ یعنی مستطیع ہیں اور باوجود استطاعت پر حج بیت اللہ نہیں کرتے، ایسے شخصوں سے ان کے مرنے کے وقت کہا جاتا ہے کہ اگر تو چاہے تو خواہ یہودی مرجا یا نصرانی مرجا یعنی چونکہ تو سننے حج کو ترک کیا ہے خواہ یہودی ہو کر مرجا یا عیسائی ہو کر مرجا یعنی دین اسلام سے باہر ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ من کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ جو شخص کفر یعنی ناشکر گزار می آشتی کرے پس اللہ تعالیٰ سے بے نیازا

**ترک زکوٰۃ** بعض اور چیزیں ایسی ہیں اگر کوئی شخص انہیں ترک کرے مرنے کے وقت ایمان اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترک زکوٰۃ۔ اگر کوئی زکوٰۃ نہ دے وہ بھی مرنے کے وقت بے ایمان مرنے کے۔ لیکن ان سب سے بدتر اور پہلا درجہ رکھنے والا امر مذکورہ گناہ کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں۔ باقی تمام اموال کا محصل طور پر ترک ہے۔

**عین موت کے وقت توبہ** تیسری چیز جو کسی شخص کے ایمان کے رخصت ہو جانے اور بڑے انجام کی وجہ سے وہ موت کے سامنے نظر آنے کے وقت توبہ کرنا ہے۔ کیونکہ موت کے بعد توبہ اور عین موت کے دیکھنے اور عزرائیل اور دوسرے فرشتگان موت کی ملاقات کے بعد پھر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ ایسے وقت کی توبہ توبہ نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیست التوابین للذین یعملون السيئات حتی اذا حضر احدہم الموت ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو اعمال بد کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی موت ملنے آ جانے کے بعد توبہ کرے۔ یہ آیت ایسے مسلمانوں کے واسطے ہے جو آخری وقت تک گناہ و معصیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور جب موت کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں تو



کہتے ہیں اب ہم نے توبہ کی، ایسی توبہ ان کے لئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ ان کے اعمال ان کے لئے شربخش اور نتیجہ خیز نہیں ہے۔ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوتُونَ وَهُمْ کُفَّارًا۔ ان لوگوں کے لئے توبہ نہیں جو بحالت کفر مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ایسا فرمایا ہے تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو جائے کہ تمام آیات خوفِ سرشتِ کافروں کیلئے ہیں ہاں آپ متوجہ رہیں اور موت نظر آنے سے پہلے توبہ کیجئے اور غور کیجئے کہ آپ کے گناہ کس قسم کے ہیں اور ان کا علاج کیجئے۔ تمام گناہ علاج رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ کفر کا بھی علاج ہو سکتا ہے۔

**عاق والدین** | ہاں کچھ اور ایسے گناہ ہیں جن سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آخری وقت زبان پر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جاری نہیں ہوتا۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے نوجوان کے سر پر ہاتھ تشریف لے گئے جو مختصر قفا حالتِ نزع میں مبتلا تھا۔ ہر چند حضور نے اس سے فرمایا کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھو، وہ نہ بڑھ سکا۔ حضور نے فرمایا کہ اس نوجوان نے کونسا گناہ کیا جو کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی بڑا کام نہیں معلوم نہیں ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کیا اس کی ماں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں اس کی ماں ہے اور اس نے اسے عاق کیا ہے یعنی اسے اپنا نافرمان قرار دیا ہے۔ اے وہ لوگو جو ماں کی بے ادبی کرتے ہو دیکھو اور غور کرو کہ سرکارِ رسالت ایک نزع میں مبتلا ماں کے نافرمان نوجوان کو کلمہ طیبہ بنفس نفیس فرماتے ہیں اور کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ ڈرو اور اپنی ماں کی بے ادبی نہ کرو۔ پھر حضور نے حکم دیا کہ اس نوجوان کی ماں کو لاؤ، لوگ اسکی ماں کو لے آئے۔ آپ نے فرمایا اب اپنے بیٹے سے راضی ہو جاؤ۔ اس نے عرض کیا۔ میں اس سے کس طرح راضی ہو جاؤں۔ حالانکہ اس نے



پتھر۔ زکیم ہی آنکھ کو اندھا کر دیا ہے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ تو اس بات پر  
 راضی ہے کہ میں لوگوں کو آگ لگانے کا حکم دوں اور تیرے بیٹے کو اس آگ میں جلا دوں  
 عرض کیا۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوں۔ فرمایا جب تو اس بات پر راضی نہیں  
 ہے تو پھر اپنے اس بیٹے سے راضی ہو جاؤ۔ وہ بیٹے سے راضی ہو گئی یہاں ہی وقت  
 اس نوجوان کی زبان کھل گئی اور اس نے فصیح زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور چل  
 ہوا۔ **خواہش نفس کو خدا بتانا** | پوچھتے وہ چیز جو ایمان کے کھو بیٹھنے کی علامت ہے  
 اپنے دل کی خواہش کو اپنا خدا قرار دینا ہے۔ **نصاویر**  
 ہوا۔ الہاماً (وہ شخص جس نے اپنی خواہش کو خدا قرار دیا ہے) کیا آپ میں دیکھتے  
 کہ اکثر انسان ایسے ہیں کہ جس چیز کو ان کا دل چاہے اسے ہی اپنا خدا قرار دیتے ہیں  
 سرکارِ احدیت نے اپنے رسول کو دین حق دیکر بھیجا۔ اب لوگ دین باطل  
 پر چل رہے ہیں۔ میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے اور اب پھر بیان کرتا  
 ہوں۔ ایک دفعہ ببریل<sup>۲</sup> امین خدمت سرکار رسالت میں حاضر ہوئے۔ مگر جس  
 مکان میں بھرت تشریف فرما تھے اس میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ آنحضرت نے  
 ان سے ارشاد فرمایا کہ آپ داخل کیوں نہیں ہوتے۔ عرض کیا اس گھر میں تصویروں ہیں  
 اس لئے میں داخل نہیں ہوتا۔ اب امت سرکار رسالت نے اپنی خواہش نفس سے  
 تصویروں درست کی ہیں اور انہیں اپنی تقیبات قرار دے لیا ہے۔ اسے اپنی  
 طرح سوچئے اور غور کیجئے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ جموقت سرکار رسالت کے مغلطہ میں  
 داخل ہوئے فرمایا یا علی کعبہ میں داخل ہو جئے اور بتوں اور تصویروں کو مٹایا  
 کر دیجئے۔ تاکہ میں اللہ کے حرم محترم میں داخل ہو جاؤں۔ ان تصویروں کا ہونا  
 اس قدر مذموم ہے۔ ایک ملعون نے کتاب نبیاء العیون لکھ کر شائع کی ہے  
 جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئی ہے۔ اور اس امر باطل کو دین قرار دیا ہے۔ بعض



لوگوں نے ایک نئی بات پیدا کی ہے۔ سجدہ گاہوں پر تصویروں بنائی ہیں تاکہ لوگ تصویروں پر سجدہ کریں۔

**صادق آل محمدؐ کی سجدہ گاہ** | سرکارِ صدق امام جعفر صادقؑ خاک کی ایک پوٹی بندھی ہوئی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

اسے کھول کر بچپانے اور اس پر سجدہ کرتے تھے۔ تو نے کبھی اس طرح خاک پر سجدہ کیا ہے۔

**تکبر و غرور** | اہل اور جنت سی چیزیں ہیں جو بے ایمانی کی علامت اور بُرے انجام کا سبب ہیں۔ ان میں سے ایک غرور ہے یہ دیا اور سمعہ (ظاہر داری) کے علاوہ ہے بلکہ وہ عجب ہے اور وہ انسان کا اپنے بارے میں مطمئن ہونا ہے، یہ دیا اور سمعہ سے بدتر ہے یہ عجب اور غرور انسان کو ہلاک اور ضائع کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندگانِ خدا نماز شب پڑھتے ہیں ہم ایک یا دو ساتوں کے لئے نیند ان پر مسلط کر دیتے ہیں۔ جو انہیں ناگوار اور شاق گزرتا ہے۔ اس ناگوار اور شاق گزرنے کا ثواب میری نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔

**عجز و انکسار** | ایک دفعہ ایک عابد کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ وہ دل میں اپنے آپ کو کہنے لگا بد بخت! تیری قربانی قبول کیوں نہ ہوئی۔ اس زمانہ کے رسول کو اللہ کا حکم ہوا کہ ہمارے بندے کو فراؤ کہ تیرا اپنے آپ کو بد بخت کہنا تیری چالیس سالہ عبادت سے بہتر ہے۔ الغرض عجز و انکسار اور فروتنی آدمی کو عزیز بناتی ہے۔ تکبر اور غرور اسے ضائع اور ذلیل کر دیتا ہے۔

**خوفِ خدا** | کیا تو نے سرکارِ صبر سید الساجدین علیؑ ابن الحسینؑ کے حالات کو غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے۔ دیکھئے بارگاہِ احدیت میں آنحضرتؐ کی کیسی کیسی دعائیں ہیں۔ کیا کیا رہنما جاتیں ہیں۔ کیا تمام عبادات کے آپ جامع



تھے یا کہ نہیں؟ کیا سرکار سید الشہداء پر گریہ فرماتے تھے یا نہیں؟ وہ سب کچھ  
پھر اللہ کا خوف دل پر طاری تھا۔ ان تمام تعانیوں کے باوجود اپنے خاص اس عالم میں  
بس سے وہ سرکارِ احدیت سے مایل نہ تھے۔ یہ نیک انسانوں کی نیکیوں کو اپنی  
بدیاں سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربين۔ کہ  
نیکیوں کی نیکیاں خدا سے قرب رکھنے والوں کی برائیاں ہیں۔ باوجودیکہ سرکارِ صبرِ ہری  
اور باطنی گناہوں سے پاک تھے، منزہ و معصوم تھے کبھی گناہ نہیں کرتے تھے۔  
دیکھیے اپنے اور خدا کے معاملہ میں کیسی کیسی مناجاتیں رکھتے ہیں۔ سرکارِ سید السامعین  
بارگاہِ احدیت میں عرض کر رہے ہیں۔

اللہی لربکیت الیک حتی تسقط اشعار علی  
**دعائے سید الساجدین** | وان تحت الیک حتی یقطع صوتی و قہمت  
الیک حتی تنتشر قدماي و رکعت لک حتی اتخلع صلبی و سجدت  
لک حتی تنقذ عرصدی ذاکلت تراب الارض طول عمری و شربت  
ماء الرما داخر دہری و ذکرناک خلال ذالک حتی یکل لسانی ثم  
لحم ارفع طرفی الی ثوب السماء استجبنا منک ما استرحبت بذالک  
مخوسیة واحدة من سببنا

میرے معبود اگر میں اس قدر گریہ و زاری کروں کہ میری آنکھ کی پلکیں گرجائیں  
**ارو ترجمہ** | اس قدر دناک نعرے بلند کروں کہ میری آواز ختم ہو جائے۔ اس قدر تیری  
بارگاہ میں کھڑا ہوں کہ میرے قدم و دم گرجائیں، تیری سرکار میں اس قدر رکوع کروں کہ  
میری آنکھ کے حد سے پھٹ جائیں۔ میں زندگی بھر زمین کی مٹی کھاؤں اور رکھ لیا ہوا  
پانی پیوں اور اس پر تیرا ذکر اس قدر کروں کہ میری زبان ذکر کرنے سے عاجز آجائے  
پھر بھی میں جیسا سے اپنے سر کو آسمان کی طرف بند نہیں کروں گا۔ میں تیرے گناہوں میں سے



ایک گناہ کے بخنہ جانے کا سبب نہیں ہوں اور نہ ہوں گا (اللہ کا غفور رحیم ہی ذرا بڑھ کر  
مغفرت ذنوب ہے)

دیکھئے معصوم امام سید الساجدین اللہ تعالیٰ  
سرکارِ صبر کا خوفِ خدا اور ہم؟ سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ ہم میں سرکارِ صبر

الساجدین کے حالات پیدا نہیں ہوئے۔ خوفِ خدا سے آپ پر غش طاری ہو جاتی تھی  
سرکارِ ولایت امیر المومنین بھی خوفِ خدا سے  
خوفِ خدا اور جنابِ امیر بیہوش ہو کر خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر

پڑتے تھے۔ اب بوقتِ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ غش کرنا تعلیم کے لئے تھا۔ بد بخت  
انسانو! تم یہ کہتے ہو کہ جنابِ امیر المومنین اور ائمہ کا گریہ و بکا تعلیم کے طور پر تھا۔ کیا غش  
کر جانا بھی تعلیم کے طور پر تھا۔ امیر المومنین علیہ السلام اللہ سے ڈرتے تھے۔

جو امیر المومنین سے بالاتر ہیں، یعنی سرکارِ رسالت  
خوفِ خدا و سرکارِ رسالت وہ بھی اللہ سے ڈرتے تھے۔ سرکارِ رسالت

اس قدر گریہ فرماتے تھے کہ انہیں غش ہو جاتا تھا۔ اس پر حدیث کی نص موجود ہے۔

کان یبکی حتی الغشی علیہ۔ حضور روتے تھے۔ یہاں تک کہ غشی طاری ہو جاتی  
تھی۔ آج کل اسی پیغمبر کی امت کے افراد خوفِ خدا نہیں رکھتے، سرکارِ رسالت باوجودیکہ

معصوم تھے۔ ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل انی اخاف ان عصیت ربی

اے رسول!۔ ان سے کہدے میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اللہ کا گناہ کروں۔

آنحضرتؐ بآں عظمت و جلال بآں مرتبہ رسالت و خاتمیت فرما رہے ہیں

کہ اگر میں عصیت کروں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو نے تو یقیناً گناہ کئے ہیں اس لئے

اب تو کہدے ہیں اللہ سے ڈرتا ہوں " میں بھی چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ کہوں۔

"میں اللہ سے ڈرتا ہوں" اگر اس پر ایک آنسو جاری ہو جائے بلکہ اس سے کوئی



ایسے تمام ہو جائے جو ہماری غیبت میں کامیاب ہو جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں  
جب کرم ہو جائے تو ہمارا دل گھبراتا ہے، میں ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ تمام عمر قرآن  
شہداء کے لئے کیا کیا ہے۔ اب ہی اس ذل کو کچھ دیر گھبرانے دے، اس دل گھبرانے سے  
بہ ڈر اللہ سے اپنے پالنے والے سے ڈرتا ہوں۔ کمدے میں یوم عظیم سے ڈرتا  
ہوں، اور جان سے اورتیار ہو جاؤ کہ یوم عظیم سے مراد بعض روح کا دن ہے۔ کمدے  
کہ میں جہان کنڈن کی تلخی سے ڈرتا ہوں۔ کمدے میں حضرت ملک الموت پر نظر کرنے  
مے ڈرتا ہوں، میں اس کے ملاحظہ سے ڈرتا ہوں، کمدے کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اپنے  
بدور دگار کا گناہ کروں۔ سرکار رسالت فرماتے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اپنے رب کا گناہ  
کروں۔ پھر میرے اوزیر سے جیسے بد بخت کیا کہیں۔ یہی کہیں میں ڈرتا ہوں کہ اپنے  
بدور دگار کا گناہ کروں، ابھی ہم افلاخات میں ڈرتا ہوں، کے معنی کہ اسے کس کس مقام پر  
کہنا چاہئے۔ بیان نہیں ہوا اگر خدا نے چاہا تو بیان ہوگا۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس مجلس کا نعتہ اس معصوم امام نہ ہمارے  
**حالات سید الساجدین** سید الساجدین کے حالات پر ہو۔ جو اللہ تعالیٰ مہنوں

وغیبت بہت ہی اپنے دل میں لئے ہوئے تھے۔ باوجودیکہ آپ امام ہیں پھر اللہ سے  
خائف ہیں۔ لیکن میں اور آپ ان تمام گناہوں کے باوجود جن سے ہماری ایشیت ختم ہو  
چکی ہے۔ اللہ سے خوف نہیں کرتے۔ ہمارے دل میں خوف بالکل نہیں ہے۔ کوفہ میں  
آپ کی ایک عجیب حالت تھی اور شام میں آپ کی حالت اس سے بھی سخت تر تھی بلکہ سخت  
تر تھی۔ جو مصیبتیں آنحضرت پر شام میں پڑیں کسی دوسری جگہ نہیں پڑیں۔ میں حضرت  
سے مصائب پر ایک مختصر سا تبصرہ کرتا ہوں۔

**مصابی بعد شہادت عظمیٰ** آنحضرت کی خیمہ میں یہ حالت تھی کہ مرض میں مبتلا  
زین پر پڑے ہوئے تھے۔ سرکار سید الشہداء کی



شہادت کے بعد بڑی اذاج خیم میں داخل ہوئیں۔ جس فرش پر آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ان اثقیات سے فرش خواب کو آپ کے نیچے سے کھینچ لیا۔ شمر ملعون نے ارادہ کیا کہ حضرت کو شہید کر دے۔ جو لوگ اس ملعون کے ہمراہ تھے، انہوں نے کہا اس علیل و مریض کو نہ مارو، راضی کہتا ہے کہ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ لوگ جنہوں نے بچوں کے شہید کرنے میں بھی کسر اٹھانا نہیں رکھی، اس نوجوان مریض سے اس لئے دگر کر رہے ہیں کہ اس کے ہاتھ لگنے سے اس کی یہ بیماری ہی کافی ہے۔ یہ مرض ہی اسے ختم کر دے گی۔ اسی حالت میں عمر سعد ملعون وہاں آ پہنچا۔ اس نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے حرم سید الشہداء کی عورتوں کو اہم کیا۔ انہوں نے زور زور سے رونا شروع کیا اور گریہ و بکا میں اس لئے آوازیں بلند کیں۔ تاکہ یہ ملاعنہ بیمار کے قتل کا ارتکاب نہ کریں اس پر عمر سعد ملعون نے کہا لا تعزبوا لہذا الغلام اس لڑکے سے تعرض نہ کرو لیکن قتل گاہ میں جب کہ اس بیماری کی حالت میں غاردار طوق پہنائے ہوئے سید شہاد کو لائے، سوقت کی کیفیت سرکارِ عبیر خود اس طرح بیان فرماتے ہیں :-

میں اونٹوں پر سوار کر دیا گیا اور کوئی بیجا ناچا یا۔ جب میری نظر سرکارِ عبیر قتل میں متقل پڑی میں نے دیکھا کہ تمام شہداء نے راہِ خدا اسی طرح بے غسل و کفن و جبہ دفن ہوئے ہیں۔ مجھے یہ اس قدر گراں گزرا کہ قریب تھا کہ میری روح بدن سے پرواز کر جائے۔

میرے اس حالت کو دیکھ کر میری پھوپھی زینب کبریٰ صدیقہ زینب کا تسلی دینا نے کہا :-

مالی اراک تجود بنسنت یا بقیۃ حبیبی والی واثوقی۔ اے یادگار جد و پد و بادرا میں تجھے کیا دیکھ رہی ہوں کہ تو اپنی زندگی ختم کرنے پر آمادہ ہے میں نے کہا میں منع کیاں نہ کروں اور کیوں نہ روؤں۔ حالانکہ میں اپنے آقا اور سردار اپنے



بھائیوں اپنے چچا اور اپنے چچا کے بیٹوں اور اپنے باپ کے اہل خانہ و قریب  
میں غلطیاں یہ گنہگار بنے کفن دیکھ رہا ہوں۔

علیہا جناب زینب کبریٰ نے امام کو تسلی دی اور بشارت دی کہ ان سے  
ہوئے احضار کو فحاشی الٰہی جمع کریں گے۔ اور لوگ ان قبور شریفہ پر انور ہونے  
تک جمع ہونے میں گئے۔ اور تیرہ سے والد بزرگوار سید الشہداء کی قبر پر نشان نصب کریں  
گئے۔ اس قبر کے آثار پرانے نہیں ہونگے اور اس کے نشانات محسوس ہوں گے۔ دن  
اور رات برابر گزرتے ہیں گئے۔ گویہ آثار قائم ہیں گئے۔ پھر آپ نے حضرت ام المومنین  
کی روایت کی ہوئی حدیث شریفہ کو بیان کیا۔

اس سے آپ علیہا جناب زینب کبریٰ  
جلالت شان صدیقہ زینب

کی جلال شان اور عظمت قہر کا اندازہ  
کیجئے کہ انہوں نے ان حالات میں امام علیہ السلام کو تسلی دی۔ ان مصائب کو ہم نے  
اجمالاً بیان کیا ہے۔

ہمارے علیل و مرعوب امام پر جو واقعات شامِ شوم میں گندے ہیں  
مصائب شام

وہ ان حالات سے شدید ترین ہیں وہ ایسے نہیں، ابھی تک میں  
ٹھیک طور پر ان کی کہنے کو نہیں پہنچا۔ پس اس قدر حیاں لیجئے کہ آنحضرت اور اہل بیت  
کی حالت ایسی تھی کہ نیکو جیسا شقی انسان اپنی شقاوت کے باوجود متاثر نہ ہوا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نسئلك اللهم باسمک  
الاعظم یا اللہ۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# موعظتہ در کربلا و حی فداہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ يَا أَلْهَىٰ بِحَبْلِكَ لَا شَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَىٰ نَفْسِكَ  
 تَنَزَّهْتَ سِرَادَاتِ جَمَالِكَ عَنْ سِمَةِ التَّقْدِيرِ وَالْأَحْوَالِ تَقْدَسَتْ دَقَائِقُ  
 مَلَكُوتِكَ عَنْ وَسْمَةِ التَّغْيِيرِ وَالزَّوَالِ لَدَيْكَ الْعُلُوفُ لَا عَلَىٰ فَوْقَ كُلِّ عَالٍ  
 وَالْجَلَالُ الْأَحْمَدُ فَوْقَ كُلِّ جَلَالٍ يَا مَلِكُ يَا مُتَعَالٍ يَا مُتَوَحِّدًا  
 بِالْعِظَمَةِ وَالْكَمَالِ نَحْمَدُكَ عَلَىٰ جَمِيعِ الْأَحْوَالِ وَنُشْكِرُكَ بِأَعْدَادِ الْأَصَالِ وَ  
 نُسْتَعِينُكَ بِأَفْضَلِ الْأَعْمَالِ وَنُصَلِّيُ عَلَىٰ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ  
 وَأَمَّا هَـ الرَّايَةُ الْمُنْتَجِبَةُ مِنْ طِينَةِ الْكَوْكِ وَسَلَالَةِ الْمَجْدِ الْأَقْدَمِ  
 وَمُغْرَسُ الْفَخَّارِ الْمَعْرُوقِ وَفَرْعُ الْعُلَاةِ الْمَثْمُورِ الْمَوْرِقِ وَعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ  
 الْأَمْثَارِ وَالسَّادَةِ الْأَصْفِيَاءِ وَالْبُورَةِ الْأَتْقِيَاءِ الْقَائِمِينَ عَلَىٰ الْحُجَّةِ  
 الْبَيْضَاءِ عَلَيْهِمُ مِنَ اللَّهِ أَفْضَلُ الْخَيْرِ وَالْثَنَاءُ مَا دَامَتْ أَرْضُ السَّمَاءِ  
 تُطِيبُ حَبَابَ امِيرٍ - عِبَادَ اللَّهِ اللَّهُ فِي اعْرِضِ الْأَنْفُسِ عَلَيْكُمْ وَاجِبَتُهَا إِلَيْكُمْ  
 فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيلَ الْحَقِّ فَأَنْتُمْ طَرَفْتُمْ فَشَقْوَةٌ لَكُمْ لَزِمَتْهُ أَوْسَاعُ  
 دَائِمَةٍ ( رنج البلاغہ )

بندگوانِ خدا! نفس کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ وہ نفس جو تمہیں سب سے  
 زیادہ عزیز و محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حق کی راہ کو واضح  
 کر دیا ہے۔ اور اس کے رستوں کو روشن کر دیا ہے۔ اب اس کے بعد یا دائمی بد بختی  
 ہے یا سعادتِ ابدی ہے۔



جناب امیر اور شعراء و عظماء  
 علیہ السلام ابرار خدا فرماتے تھے۔

فرماتے ہیں۔ بانارول اور کوچول میں جا رہی رہنمادی کرتے ہوئے کی طرح خدا فرماتے تھے  
 بانارول اور صحر اول میں پکارتے تھے۔ کبھی فرماتے تھے "تجھنا وارحمکم اللہ فقد  
 نودی فیکم بالرحیل" خدا تم پر رحم کرے سامان سفر کے ساتھ تیار ہو جاؤ تو جو  
 کا تقارہ بچ چکا ہے، فرماتے تھے خدا سے اس نفس کی سلامتی طلب کرو۔ جو تمہیں سب  
 سے زیادہ عزیز ہے۔ تم جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ نفس کا سب سے زیادہ  
 عزیز ہونا کیا ہے۔ تمہیں اپنی جان کی قسم! بتلاؤ کہ کیا تم جو چیز چاہتے ہو۔ اسی  
 کے لئے نہیں چاہتے۔ تمہارا فکر و خیال سب اسی کے لئے ہے۔ ذرا غور کرو کہ آپ  
 نے اس کے حال پر رحم کیا ہے یا کہ نہیں۔ سرکار ولایت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ  
 کی راہ تمہارے لئے واضح ہے اور اس کے رستے روشن ہیں۔ اب جبکہ آخرت کا رستہ  
 اس قدر واضح اور نورانی ہے اب ہر شخص بھی راہ حق کو پا لے گا۔ وہ دائمی شوق اور  
 ابدی بدبخت ہو جائے گا۔ اور جس کسی نے اس رستہ کو نہ چھوٹا وہ ابدی سعادت مند  
 ہو جائیگا۔

دوستی و دشمنی کا معیار  
 اگر تو نے امیر المومنینؑ کی ان باتوں کو سن لیا تو تو امیر المومنینؑ

امیر المومنینؑ کا دشمن ہے سرکار رسالتؐ نے فرمایا ہے :-  
 "محمدؐ کا دوست وہی ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی اگرچہ جسمانی رشتہ کے  
 لحاظ سے وہ حضور سے دور ہی ہو۔ محمدؐ کا دشمن وہی ہے جس نے اللہ کی معصیت  
 کی، اگرچہ وہ ان کے خویش و اقربا سے ہی ہو۔ محمد مصطفیٰؐ کا دوست وہی ہے  
 جو اللہ کی اطاعت کرے سرکار رسالتؐ اور امیر المومنینؑ کے کلام میں کوئی فرق



نہیں ہے۔ وہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں۔ المختصر آپ بیان کیجئے کہ امیر المومنین کی دوستی زبانی باتوں سے صحیح محضوں میں پوری نہیں اترتی۔ اگر ہمارے یہی حالات رہے تو میں ڈرتا ہوں کہ ہمارے امور درست نہیں ہونگے۔ آپ سنیں یا نہ سنیں میں کہہ رہا ہوں کہ ان حالات میں ہمارے کام درست نہیں ہوں گے۔

مومن کا دل خائن خدا  
آج میں ایک دعا کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ یہ محبت حضرت باری تعالیٰ اور محبت محمد مصطفیٰ ام۔ محبت امیر المومنین

محبت ائمہ طاہرین ہمارے مردہ اور نجس دلوں پر اثر کرے۔ جب تک آپ کے دل خیالات باطلہ سے نجس ہیں۔ آپ کے کام درست نہیں ہوں گے۔ جو مسجد نجس ہوگئی ہو جیسا اس میں نماز کس طرح ہو سکتی ہے۔ مومن کا دل بھی اللہ کا گھر ہے۔ اگر نجس ہو جائے تو نماز کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ ہمارے لئے ایک گھر بناؤ، آپ نے عرض کیا خدا یا تو مکان سے پاک منزہ ہے ارشاد ہوا مومن کا دل میرا گھر ہے۔ پس یہ دل تعظیم الہی کا مقام ہے۔ اسے شکوک و شبہات سے نجس نہ کیجئے۔

دعا۔ ہاں میں چاہتا ہوں دعا کروں کہ ابھی ابھی ہمارا کام درست ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے میں امید رکھتا ہوں کہ ہماری طرف ایک نظر لطف فرمائے، ان ضائع شدہ دلوں پر ایک نگاہ ڈالے انشاء اللہ، خدا یا اگر تو ایک نگاہ ہمارے دلوں پر فرمائے تو ہمارے سب کام درست ہو جائیں، چنانچہ تو نے ایک نگاہ عصائے موسوی پر فرمائی تھی۔ ان کے تمام کام درست ہو گئے تھے۔

نگاہ لطف الہی اور  
موسیٰ علیہ السلام  
جس وقت اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف عصا و دست موسیٰ علیہ السلام پر پڑی۔ ارشاد فرمایا۔ ماتلک بمیدانک یا موسیٰ۔ موسیٰ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض



کیا علی عصائی۔ پالنے والے! یہ میرا عمامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زندگی عمامہ کے  
 کو فرمایا یہ اس کا لطف تھا۔ مرحمت اور ملاحظت تھی۔ عمامہ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ  
 عمامہ ہے حضرت موسیٰؑ کو اذہ سے بھریت خوف ہوا کہ بہادری امر الہی ہو کہ اس  
 عمامہ کو بھی خوف سے دور کر دجیسا کہ ان کے مبعوث ہونے کے وقت ارشاد فرمایا  
 تھا کہ تمام دنیاوی اسباب و متعلقات کو اپنے سے دور کر دو۔ یہاں تک کہ جوں  
 کو بھی الگ کر دو۔ اس لئے آپ نے ذکر عرض کیا۔ پالنے والے! یہ میرا عمامہ ہے  
 اس پر میں سہارا لے کر کھڑا ہوتا ہوں۔ اپنے موشیوں کو اسی سے ہانکتا ہوں۔ اس  
 سے میرے اور بھی مطالب و مقاصد وابستہ ہیں۔ میں اس سے بہت سے کام  
 لیتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کے اس عمامہ پر اور دست مبارک پر لطف الہی کی  
 نظر پڑی۔ ارشاد فرمایا۔ موسیٰؑ! اس عمامہ کو زمین پر ڈال دو۔ جو نہی آپ نے اسے  
 زمین پر ڈالا۔ وہ ایک ایسا حیوان ہو گیا جو ہر اس چیز پر جو اسے زمین پر تقی غالب تھا  
 اور دست مبارک میں ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام درشتیوں کو حتیٰ کہ آفتاب  
 کی روشنی کو بھی ماند کر دیا۔

وہا۔ اب میں دعا کرتا ہوں۔ بارِ الہا۔ ہمارے مردہ دلوں پر بھی ایک لمحہ کے  
 لئے نگاہِ لطف فرما۔ کہ ان میں ایک ایمان کامل پیدا ہو جائے۔

غور کیجئے کہ نگاہِ لطف الہی کیا سے کیا بنا دیتی  
نگاہِ لطف الہی اور اسبہ ہے۔ مثلاً فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ)

جس نے فرعون کے گھر میں تربیت پائی تھی چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ایک  
 رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ جب لطف الہی اس کے شامل حال ہوا تو اسے حضرت  
 صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کو کفو و شان میں شامل فرمایا  
 و بارِ فرعون کے ساتروں پر نگاہِ لطف اسی طرح و بارِ فرعون کے



کے جادوگر ہیں۔ جادوگر کا فرہوتا ہے۔ پہلے یہ سب کافر تھے۔ جب ابتدائیں انہوں نے اپنا کام شروع کیا تو بسم اللہ کی بجائے "بعرۃ فرعون" کہہ رہے تھے اسی وقت تھوڑی سی نظر الہی ان پر پڑی۔ پردے اٹھ گئے۔ سجدے میں گر پڑے۔ ہم عرض کرتے ہیں، خدایا! ایک نظر لطف ہم پر بھی فرما۔ تاکہ پردے اٹھ جائیں اور یہ شکوک و شبہات ہمارے دلوں سے زائل ہو جائیں انشاء اللہ امید ہے کہ اس معبود نے ایک نظر لطف ہم پر فرمائی ہے۔

**چند مجالس** | اب میں چاہتا ہوں کہ ان مجالس و مقامات کا ذکر کروں جو ہمیں درپیش ہیں۔ حضرات! آپ سمجھ لیجئے کہ ہم اس جگہ (دنیا میں) اپنے اختیار سے نہیں آئے۔ اور نہ ہی ہم اپنے اختیار سے یہاں رہیں گے تمہارے خالق نے تمہیں خلق کیا ہے۔ دیکھئے کہاں لے جائے۔

تمہیں چند مجلسیں درپیش ہیں۔ جو کہ تنبیہ کا مقام ہیں۔

**مجلس عزا** | پہلے یہ مجلس کہ جو ان مجلسوں کا نمونہ ہے آپ صبح و شام زندہ و سلامت اس مجلس میں بیٹھ ہوئے ہیں۔ میرے جیسا حقیر و بیچارہ انسان کچھ بیان کر رہا ہے۔ آپ اپنے خیال میں مست ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے یہ کیا کہتا ہے۔ یہ مجلس ان دوسری مجلسوں کا نمونہ ہے، اس وقت آپ با اختیار اور آسودہ بیٹھ ہوئے ہیں، لیکن ان دوسری مجلسوں میں آپ کو نہ اختیار ہوگا اور نہ آسودگی ہوگی۔

**دوسری مجلس مقام تنبیہ ہے** | میں نہیں جانتا کہ وہ دوسری مجلس کونسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک دن آپ کی آخری گھڑی آئے گی۔ وہ تنبیہ کا وقت ہوگا۔ اس وقت آپ ہموار و بے طاقت ہو جائیں گے۔ اب میں وعظ کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں ہم نہیں سمجھتے۔



**مجلس قبض روح** | جس وقت اللہ کا مقرر کیا ہوا زمانہ چھان دیا سے  
لیجانے کے لئے تشریف لائیں۔ برونی گاہ دہانے کا

آپ کی تمام توفیق و نعمت ہو جائیں گی۔ اس وقت جب اسے لاکھ لاکھ نفس کا امارہ  
بھی مطلوب ہوتا ہے تو تمام مرنے والے جب آنکھ کھولتے ہیں تو اسے اپنے ہونے والے  
موجود پاتے ہیں۔ اس نے ہر کار و رسالت کی خدمت میں اس حقیقت کو اس طرح بیان  
کیا ہے کہ تمام دنیا میرے سامنے ایک سر کی کھوپڑی جگہ نصف کھوپڑی کے برابر ہے  
جناب امیر علیہ السلام اس کے قبض روح کی کیفیت کو بیان فرماتے ہیں۔ جب  
یہ آئے گا تو پہلے مختصر کی زبان سے قبض روح کرے گا۔ زبان بند ہو جائے گی  
پھر اسکی قوت کو سلب کرے گا۔ لیکن آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی اور کان سن رہے  
ہوں گے۔ اس کے بعد کانوں کی شنوائی ختم ہو جائیگی۔ اور آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی  
مگر کان نہیں سنیں گے۔ تمام قوتوں کے بعد آنکھوں کی طاقت کو بھی لے لیا۔  
آپ نے دیکھا ہوگا کہ آخری وقت آنکھیں کس طرح حرکت کرتی ہیں۔

**عزرائیل کی دو طرح آمد** | اس کا لوگوں کی قبض روح کے لئے آنا دو طرح پر ہے  
وہ خود خدا کے چار مقرب فرشتوں میں سے ایک ہے

جو نہ وہ آپ کی قبض روح کرتا ہے اس لئے یہ فرشتہ آپ کا پیغمبر و مظلوم نہیں ہے  
اس کا آنا آپ کو کھلا معلوم نہیں ہوتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ گویا وہ حضرت عزرائیل  
سے دشمنی رکھتے ہیں۔ آپ کو جان لینا چاہتے ہیں کہ عزرائیل سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے  
حضرت عزرائیل کا نور بھی حضرت جبریل کی مانند ہے۔ لیکن اس نورانیت کے  
باوجود عالم نزع میں ایک فاسق و فاجر کو وہ اس قدر تہیب اور سیاد نظر آتے ہیں کہ اس  
سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے۔ مجھے ان کے اوصاف سے واقفیت نہیں۔ دیکھئے وہ ہم سے  
کس طرح ملاقات فرماتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب وہ مومن کی قبض روح کے لئے



آتے ہیں تو اس کے سامنے اس طرح آکر کھڑے ہوتے ہیں جیسے حقیر غلام اپنے بڑے آقا کے سامنے کھڑا ہو۔ سب سے پہلی بات وہ یہ کہتے ہیں "تیرا پالنے والا تجھے سلام پہنچاتا ہے" اگر مرد مومن کے لئے کوئی اور نعمت نہ بھی ہو تو یہ سلام ہی کافی ہے بعض ایسے انسان ہیں جو مومن تو نہیں مگر ان کی معرفت اور عبادت پہلے گروہ کے درجہ تک نہیں پہنچی ہے۔ چند صحیح احادیث میں ہے کہ ملک الموت ایسے لوگوں کو خود نکلتے فرماتے ہیں۔ کہ کو رہا لاہ الا اللہ اور تمام ان چیزوں کو جن کا نفع کمنا ضروری ہے توفیق فرماتے ہیں۔ اور شیاطین عدلیہ کو بھی ان سے دور کرتے ہیں بعض دوسروں کے پاس اس طرح آتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن فرماتے ہیں کہ اگر مومن کیلئے کوئی اور نعمت نہ بھی ہو تو اس کا دیکھنا ہی کافی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاہا کہ ملک الموت انہیں اس طرح بھی نظر آئیں جس طرح وہ کافر کے پاس آتے ہیں جب ملک الموت اس شکل و ہیئت میں حضرت ابراہیمؑ کے سامنے آئے تو آپ عیش فرما گئے ہیں نے بیان کیا کہ کسی وقت وہ تشریف لاتے ہیں تو اللہ کی طرف سے سلام لاتے ہیں اور بعض دوسروں کے پاس آتے ہیں تو فرماتے ہیں "البشر ملعونۃ اللہ" "اے خدا کی لعنت کی خوشخبری ہو" اے مرد بیچارہ و فقیر اے فرزند آدم اپنے پالنے والے سے درست معاملہ کرو ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔

**مجلس زیر خاک** | مجالس تنبیہ میں سے تیری تیری مجلس زیر خاک ہے۔ اب بتاؤ کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ مجالس بستر پر یا زمین پر فقیں۔ مجلس زیر خاک نہ تھی۔ آپ کو قبر میں لٹاتے ہی روح کو قبر میں لے جائیں گے۔ حکم ہوگا کہ اسے بدن میں لوٹائیں روح کمر تک داخل ہو جائیگی اور جسم پر مشغول ہو جائیگی اور میت میں ایک طرح کا شعور پیدا ہو جائیگا کہ ہاتھوں کے ہلانے کی آواز کو سنیں گی۔ ہاتھوں کے جھٹکے کو محسوس کریں گی جب لوگ لوٹ جائیں گے تو ان کے پاؤں کی آہٹ کو سنے گی



موت تک مجھے سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بات یاد آتی ہے میرے والدین میں سے کسی  
 پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ نے امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ یا علی! جب آپ  
 مجھے دفن کر چکیں مہدی سے میری قبر سے نہ چلے آنا۔ بلکہ میری قبر سے نہ اٹھنا۔  
 اہل حبیبیت اس حالت و محنت میں پڑی ہوتی ہوئی ایک ہی دفعہ دیکھ کر کہ وہ اس  
 قبر میں داخل ہوئے ہیں۔ میت اگر نیک ہے تو اس تمام کی اور محنت کے مال میں اسے  
 رب العزت کی طرف سے خطاب ہو گا۔

اسے میرے بندہ! کیا لوگ تجھے تمنا پھوٹ گئے اور اس  
**خطاب رب العزت** | وحشت کی حالت میں تجھے کیا نفع پہنچا سکتے تھے۔ میں تیرا

معبود ہوں اور تیرے بارے میں ہر بات ہوں۔ اب مجھے علم نہیں کہ ہمارے لئے جہی اس  
 طرح ہو گا یا کہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس طرح ہوا تو جو نرستے سوال کے لئے آتے  
 ہیں وہ بیشتر و بیشتر ہوں گے نہ کہ منکر و نکیر پھر وہ سوال کریں گے اس بارے میں  
 بتائیں مخالفت ہیں، جواب دینگی، بعض کا جواب درست ہو گا، ان میں سے بعض سے  
 دریافت کریں گے کہ تو نے یہ جواب کہاں سے حاصل کیا۔ وہ کہیں گے میں نے لوگوں  
 سے سنا وہ ایسا کہتے تھے۔ میں نے بھی ایسا کہ دیا۔ یعنی معرفت خدا اور دوسرے احوال  
 میں تقلید پر اکتفا کیا ہے۔ یہ عقائد میں ضعیف لوگ ہیں۔ چند اور ہیں جن سے  
 سوال کریں گے اور یہ درست جواب دینگے۔ پھر ان سے سوال کریں گے تم نے یہ کہاں  
 سے جانا۔ وہ کہیں گے یہ ایسا امر ہے جسکی طرف میرے پالنے والے نے مجھے  
 ہدایت فرمائی اور مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔ یہ ایمان فوری ہے جو اللہ کے لطف و کرم  
 سے اکثر میں ظاہر ہوئے ہے بعض ایسے ہونگے جو کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ بعض  
 ایسے ہونگے جو جواب دینگے مگر آواز نہ آئیگی۔ میرے اس بندے نے جھوٹ بولا۔ ان



تین مجلسوں کے علاوہ ابھی چار مجلسیں اور ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ان چار مجلسوں کے متعلق بہت ہی ڈریں۔

**خوف النعاس** | سب سے زیادہ خوف ہے وہ خوف النعاس ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ جو الطاف اور مہربانیاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے نازل دی ہیں ہم سے ایسے افعال صادر نہ ہو جائیں جس سے وہ مہربانیاں ہمارے برعکس ہو جائیں اور کلی طور پر خدا سے قطع تعلق کا سبب ہو جائیں۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے الطاف اور اس کے برعکس ہو جانے کو جو ہماری طرف سے ہوتا ہے بیان کرتا ہوں۔ اللہ کے الطاف کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ اب بھی کسی قدر بیان کرتا ہوں۔

آپ جو اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مال جو ہم رکھتے ہیں آخر کس کا ہے؟

**جو کچھ ہے خدا کا ہے** | فرض کیجئے کہ آپ جنگل میں گئے۔ کلہاڑے کے ساتھ آپ نے بہت زیادہ مشقت و محنت کی تکلیف اٹھائی اور ایک گٹھا ایندھن کا لے آئے۔ بتائیے میں بھی غور کروں کہ یہ مال کس کا ہے۔ یہ تجھے کس نے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا نے عطا فرمایا ہے۔ مسئلہ کہ اس کمانے کی قوت اور قدرت اسی نے مرحمت فرمائی ہے۔ مع جو کچھ ہے خدا کا ہے ہمارا کیا ہے؟

**الطاف لے پایاں** | ابا جو دیکھ اس نے تمام چیزیں تمہیں مرحمت فرمائی ہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے پھر ایک چیز آپ سے اس شخص کی شرح طلب کرتا ہے جو خود کچھ نہ رکھتا ہو۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ لَّهِ أَكْبَرُ كُوْنٍ ۖ هُوَ الَّذِي يُعْزِزُ مَن يَشَاءُ ۚ لَّهُ الْفَتْحُ ۚ لَّهُ الْغَلَبُ ۚ قَرْضٍ حَسَنٍ ۚ دے کہ خدا اس کے لئے کئے گنا زیادہ کر دے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمْوَالَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ بِانْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ



اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے مال اور جانوں کو فرمایا ہے جن کی قیمت جنت ہے  
یعنی اسے مومنوں میں تم سے جنت کے معاملہ میں تمہارے اموال اور تمہاری جانوں کو خرید لیا  
میں جانا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کسی نے اللہ کے اس ملامت پر غور کیا ہے  
یا نہیں؟ لطف خدا پر غور کیجئے فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص میری رشتہ داری کے لئے برادر  
مومن کی ملاقات کیلئے جاسے وہ ایسا ہے تو کیا کہ وہ اپنے خدا کی زیارت کیلئے آیا ہے  
ایک اور لطف پر غور کیجئے کہ قیامت کے دن بعض اشخاص سے ناراض نہیں  
ہوگا۔ فرماتا ہے میں کیوں ناراض نہ ہوں کہ تم میری عبادت کو نہ کیا یعنی میرا بندہ مومن  
بیمار ہوا تھا تو نے کیوں اسکی بیماری پر پی نہ کی۔ یعنی جو مومن کی عبادت کرے۔ اللہ  
اس سے قیامت کے دن ناراض نہیں ہوگا۔

**صدقہ** | اس زمانے میں تمام امور برعکس ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے انہیں تبدیل کر دیا ہے  
فقر اور مسکین بھوکے ہیں۔ کوئی انہیں کھانا نہیں دیتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ  
نے مسکین کے کھانا کھلانے کو (قرآن مجید میں) اپنے ایمان کے قریب جگہ دی ہے۔  
الآیۃ :- اِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا بِحُضْرِ عَلٰی صَاحِبِ الْمَسْكِيْنِ ۔  
کیونکہ وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ اس  
نے صدقہ دینے کی ترغیب فرمائی ہے۔ جب میت کو قبر میں رکھیں اس کے لئے  
کچھ صدقہ دیں۔ اگر صدقہ دینے کیلئے کچھ نہ ہو تو میت کے لئے دو رکعت نماز وحشت  
پڑھ دیجئے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس صدقہ کی کچھ کیفیت اور ثواب بیان کر دوں  
جو تیری نظر میں نہیں آتا۔ لطف الہی کو دیکھئے۔ حکم ہے جو بھی مسکین کو دے  
صدقہ دیجئے۔ اگرچہ وہ کھجور کا نصف دانہ ہی ہو۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام ان  
صحابہ کو جو بہت ہی فقیر تھے نصف خرمادیتے تھے۔ غرضیکہ جو بھی مسکین کو  
راہِ خدا میں دیجئے سار شاد ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ فقیر کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔ گویا



میرے ہاتھ پر کہ میں تمہارا خدا ہوں رکھتے ہیں

**صدقہ کے مترادف** | سرکارِ صدق امامِ بیضر صادق علیہ السلام جب کسی فقیر کو کچھ دیتے تھے تو دوبارہ اس سے لپکے چومتے تھے اور پھر اسے دیتے تھے۔  
**شعارِ صادق آل محمد** | اور فرماتے تھے صدقہ خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔

**الطاف الہی** | اور اللہ کی مہربانیاں سب سے زیادہ بگڑاؤں سے فرماتا ہے۔ اسے میرے بند و جنموں نے حد سے زیادہ گناہ کئے ہیں پھر بھی مجھ سے کہ میں تمہارا خدا ہوں یا یوں نہ ہو جئے۔ یہ ایسا مقام عفو ہے کہ انسان کو چاہئے کہ نجاست سے مر جائے۔ کامل سرکشی اور طغیان کے بعد پھر بھی گنہگار کو اپنا بندہ کہہ کر خطاب فرماتا۔ اولاد حضرت یعقوب اپنے بھائی کو جس پر چوری کا الزام تھا "اٹھنا" ہمارا بھائی نہیں کہتے تھے۔ کہتے تھے تیرا بیٹا جس نے چوری کی ہے نہ کہ ہمارا بھائی "اب اللہ کے لطف و کرم پر غور کیجئے۔ باوجود اس اسرار کے جو ہم نے گناہوں کے ارتکاب میں کیا ہے۔ پھر وہ فرماتا ہے۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا أَعْلَى الْغَنَمِ لَا تَفْنَوْا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِيعًا

اے میرے بند و ایمانوں نے اپنے نفسوں پر اسرار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اب اسے گناہ نگار و بااؤ اس کی بارگاہ میں استغاثہ کریں، فریاد کریں اور ایک نظرہ آنسو بہائیں، اگرچہ ہمارے گناہ زیادہ ہیں۔ مگر اس کا لطف و کرم اس کا عفو اور اہل رحمت ان سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ تو کیوں کہ کہوں میں لائق تعزیر نہیں  
 یہ تو ہے رحم سے بڑھ کر مری تقصیر نہیں



نمودہ بار رسالت کے زمانہ میں یحییٰ و یونس کے لئے جنہوں نے بہت تکلیفیں کئے تھے۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ خدا انہیں جی بٹھو دے گا۔ مثلاً یونس نے کہا کہ اب کہ حکم ہوا اسے پیچھے ہٹاؤ اور میری زبان سے انہیں کہو سلام علیکم تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ کی ان ہر باتوں کو ہم نے قبل طور پر بیان کیا ہے۔ مگر ہر حال میں اللہ کے ساتھ اس طرح پر ہے کہ ان ہر باتوں کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا دراصل اگر معاملہ برعکس ہو جائے کہ نوبت جہنم تک نہ پہنچ جائے۔ فکر یہ ہے کہ کبھی ایسی صورت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ بعض ایسے گنہگار ہونگے کہ جو جہنم میں داخل کر دیئے پھر باہر نکال لیں گے۔ بعض کچھ عرصہ تک آگ میں تہیں گے بعض مومنان تک اور بعض کچھ جہنم میں رہیں گے۔ بعض ان سب سے بدتر ہیں۔ نتیجہ اس حالت کی فکر یہ ہے اور خوف معلوم ہوتا ہے انہیں خطاب ہوگا "انا نسیا نکم" یعنی "اے گنہگارو ہم نے تمہیں عباد کیا ہے" خدا نسیان و فراموشی نہیں رکھتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارا کام درست نہیں ہوگا۔

وہا۔ خدا یا ہم تیرے ضعیف بندے ہیں۔ امید رکھتے ہیں کہ اس مجلس میں ہمارا کام درست فرمادے ہماری نوبت "انا نسیا نکم" تم نے تمہیں فراموش کر دیا "تک نہ پہنچے۔ انشا اللہ آپ میری تقریر سے متاثر ہوئے ہیں ان خوف خدا سے کچھ روکتے ہیں اب اس گریہ خوف پر ایک اور گریہ بھی کریں۔

حقیق وہ بزرگوار ہیں کہ جن کے لئے خوف کے تمام اقسام جمع ہو گئے تھے اور مخلوق کے رحم کرنے کے تمام اسباب ان سے سید الشہداء منعظم ہو گئے تھے۔ انشا اللہ ہم امید کامل رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر کامل رحم فرمائے گا۔ یہ امر ایک جہت سے کہنا ہے۔ چونکہ مخلوق نے مظلوم کو بلا کسی جہت سے بھی رحم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تمام اسباب ان مظلوم میں قرار دیئے ہیں۔ ہم جب اس مظلوم پر گریہ و زاری کریں گے امید ہے کہ اس مظلوم کی برکت



سے ہم پر رحم کیا جائے گا۔ کیا اب آپ جاننا چاہتے ہیں کہ اس مظلوم سے مخلوق کے رحم کے تمام اسباب کس طرح منقطع ہو گئے تھے۔

**قابل رحم شیر خوار** | مثلاً ایک شیر خوار بچہ پر جو پیاس سے ہلاک ہو رہا ہو ہر قوم کے افراد اپنی صداقت کے باوجود رحم کریں گے اور اسے ایک قطرہ

پانی ضرور دیں گے۔ لیکن بزدلی کا فرد نے ایسے بچہ پر رحم نہیں کیا۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سرکار سید الشہداءؑ روز عاشور کسی خواہش کا اظہار نہیں فرماتے تھے مگر چند مقامات پر آپ نے خواہش کی مگر اس شیر خوار بچہ کے لئے خواہش کی۔ غور کیجئے دیکھئے چند چیزیں آنحضرت کی خواہش میں تھیں۔

**پہلی چیز** | ایک یہ کہ تم خود ہی اس بچہ کو پانی پلا دو۔ یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے پانی دو میں اس بچہ کے لئے بیجاؤں بلکہ خود ہی شرط بیان کر دی آؤ اس بچہ کو لے لو

خود اسے ایک قطرہ پانی دیدو جو بات اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سید الشہداءؑ کی ہر مصیبت سے پہلے اس بچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ آخری سالوں پر تھا جب اسے لائے ہیں کہ اس کے لئے پانی لیں فرما رہے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ پیاس سے کس طرح تھلا رہا ہے۔ ٹھپ رہا ہے۔ آنسو سانس تک آپ اسے اٹھائے ہوئے تھے تاکہ اس کے لئے پانی حاصل کر سکیں۔

**دوسری چیز** | دوسری چیز جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ پیاس کی شدت سے مال کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ کہو کہ اگر دودھ ہوتا تو شیر خوار

بچہ پانی کا محتاج نہ تھا۔ اور قریب تھا کہ پیاس سے ہلاک ہو جائے۔ سرکار شہادت اسے لے آئے کہ شاید بچہ پر رحم کریں۔ اب میں نہیں جانتا کہ سید الشہداءؑ جو کبھی خواہش نہیں کرتے تھے آئے اور ایک قطرہ پانی کی خواہش کی مگر انہوں نے وہ بھی نہیں دیا کاش اس پانی نہ دینے پر ہی اکتفا کرتے۔ انہوں نے تو ایسا کیا کہ امام مظلوم کا قلب مبارک



درد سے بھر گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس حالت میں آنحضرتؐ نے اس مذہب کو کب تک صبر فرمایا۔

موازنہ علیٰ اصغر و ابراہیمؑ | عداوت ہے کہ سرکارِ رسالتؐ کو دین و دامن سے علیحدہ کرنا  
 بیابراہیمؑ حالت نزع میں ہے معلوم نہیں کہ ابراہیمؑ پر ہی تھے یا  
 پس سرکارِ رسالتؐ | ہند ہو گئے تھے۔ حدیث میں وارد ہے کہ آپؐ نے ابراہیمؑ

کو گود میں لیا اور فرمایا بیٹا! کیا کروں حکم خدا ہے میرا کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نزع میں تھے۔ نہ ہی  
 پہلے سے تھے اور نہ ہی تیر کا زخم اُنکے گلے پر تھا۔ سرکارِ رسالتؐ کی حالت بدل گئی۔ میں نہیں جانتا کہ  
 سید الشہداءؑ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ بچہ اس حالت میں ان کی گود میں حالت نزع میں تھا۔ میں نے  
 مجلس کو کچھ طول دیدیا۔ میں چاہتا تھا کہ گریہ زیادہ ہو۔ تاکہ خدائے مہربان کی نظر اس مجلس پر پڑے  
 ان مجالس کو ہم ذخیرۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ ہمیں ان مجالس میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ گریہ خوف  
 کی برکت سے! اور اس مظلوم پر گریہ کی برکت سے کہ جس کے لئے تمام خوف جمع ہو گئے  
 تھے۔ ہم گناہگاروں پر رحم کرے اور ہمیں ان طرح طرح کے خوف سے جو ہمیں درپیش ہیں  
 نجات دے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ نسئلك اللهم وندعواک باسمک  
 العظیم الاعظم یا اللہ - یا اللہ - یا اللہ - یا اللہ



باسمہ تعالیٰ

# ومن موعظہ فی سرکلا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطیبہ سبحانک یا الہی و بحمدک لا احصى ثناءً علیک کما اثبتت علی نفسك تحیرت  
فی امعة اوارجالك ادھام المتوہمین و تقاصرت عن کنہ کمال افکار المتفکرین و  
اضحلت فی لوا مع شوق لقاءک اسرار الکاملین و ترعرعت لجمال احديتک  
و کمال صہدیتک قلوب العارفين بحمدک یاربنا فوق حمد الحامدين و نشکرت الہنا  
فوق شکر الشاکرین و نصلى و نسلم علی نبیک محمد افضل الانبیاء و المرسلین و المبعوث  
رحمة للعالمین المنتخب من مصباح البہاء و مشکوٰۃ الضیاء و شرف البطحاء و اوج  
الشرف الاقدس و نجمة الامکان فی الافق و علی اہل بیتہ الامیۃ الاتقیاء و البرۃ  
الازکیاء علیہم من اللہ الاف التحیۃ و الثناء ما دارت الحضارۃ علی الغبراء  
و امتنارت الغبراء من الحضارۃ

موعظہ کیا ہونا چاہئے | کل مجلس پر کیفیت موعظہ طاری تھی سوال تھا کہ کیا موعظہ الیسا ہونا  
چاہئے جو لوگوں کے مقبول طبع ہو۔ لوگ اسے پسند کریں  
اگر یہ صورت ہے تو پھر موعظہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

واعظ ظاہری و | بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں یہ کہو نکا کہ آپ ایک اور موعظہ کے  
انتظار میں بیٹھئے۔ اس وقت تو موعظہ ہمارے لئے مقرر رکھنا ہے۔ اس  
واعظ باطنی | کا فائدہ ہے۔ لیکن اس موعظہ کے وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس  
وقت آپ موعظہ سننے پر مائل نہیں ہیں۔ آپ نہیں چاہتے کہ کوئی موعظہ سنائے۔ ایک اور  
واعظ آپ کے پاس آیا تو اللہ ہے میں باطنی واعظ نہیں ہوں۔ وہ واعظ جو تشریف لانے والا ہے



باطنی واعظ ہے۔ چاہئے کہ اس آدمی نے ایسے چلے ایک واعظ میں تاکہ اس واعظ سے پہلے ہم واعظ  
نے مستفید ہو چکے ہوں۔

**ساری کائنات واعظ کیلئے ہے** | یہ تمام چیزیں جواب دہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ

قرآن ہی میں یہ فرشتے، یہ زمینیں اور جو کچھ ان زمینوں میں ان  
زمینوں پر اور ان زمینوں کے درمیان ہے یہ سب کچھ ہمارے موعظہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے  
ارشاد فرماتا ہے۔ مَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعْبَادٍ وَمَا خَلَقْنَا إِلَّا لِنَعْلَمَ  
بِمَنْ نَّعْمَلُ الْأَسْمَانُ وَالْأَرْضُ وَالْزُّمُرُ وَالْزُّمُرُ وَالْزُّمُرُ وَالْزُّمُرُ وَالْزُّمُرُ  
ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ ہم نے ان دونوں کو پیدا  
نہیں کیا مگر حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر ان ہی پر آپ غور کریں تو موعظہ کیلئے کافی ہے اب اگر ہم موعظہ کریں  
تو موعظہ ایسا ہو جس میں خوف خدا ہو۔ لوگوں کا دل نہیں چاہتا کہ ایسا موعظہ کیا جائے جس میں خوف ہو ڈر ہو  
ان کا دل چاہتا ہے کہ موعظہ ایسا ہو جس میں خوف نہ ہو۔ تنذیر نہ ہو۔ آپ خدا کے متعلق دھوکے میں ہیں اور  
جان لیے کہ یہ دھوکا تمہارے قدیمی دشمن شیطان کی صفت ہے۔ رِعْزُكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ  
تمہیں اللہ کے بارے میں غرور نے دھوکا دیا۔ غرور شیطان کا نام ہے جو تمہیں دھوکا دیتا ہے  
اب تمہارا دل چاہتا ہے۔ کہ تمہارے لئے کوئی ایسی تقریر کرے جس میں  
خوف اور تنذیر نہ ہو تمہیں دھوکے میں ڈال دے غرور کر دے۔ جو شخص

اس طرح کا دھوکے میں ڈالنے والا، غرور کرنے والا (یعنی بغیر خوف و تنذیر) موعظہ بیان کرتا ہے  
د تقریر کرتا) ہے وہ ابلیس کی نیابت کرتا ہے۔ لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے والا، غرور ابلیس کا نائب ہے  
لوگوں کو خاطر جمع اور مطمئن کرتا ہے اور انہیں گناہوں کی جرأت اور جسارت دلاتا ہے۔ چاہتا ہے کہ  
لوگوں کو کسے ڈر و مت مطمئن رہو میں تو اس طرح نہیں کرتا۔ بلکہ میں کہتا ہوں آپ خود عقلمند ہیں اپنے  
حالات اور اپنے امور کا ملاحظہ کیجئے۔

**خوف خدا اور سرکار رسالت** | اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ أَتَى الْخَافِ  
عَذَابِ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ اے رسول! کہہ دے کہ میں یوم عظیم



کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تمہارے دل چاہتے ہیں کہ میں اس کے برعکس تمہارے سامنے تعزیر کروں  
 غور کیجئے کہ محصور و گناہ سے منزہ پیغمبر کس طرح خوفِ خدا سے گریہ و زاری کرتا ہے تو اس قدر کہتا ہوں  
 کے باوجود ذرا فکر بھی نہیں کرتا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دنوں میں  
 جب سرکارِ رسالتؐ میرے پاس ہوتے تھے۔ کبھی کبھی میں دیکھتی تھی کہ آپ مکان کی چھت پر ایک  
 گوشہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ سجدہ میں گر کر آپ اس قدر روتے تھے کہ مقامِ سجدہ کے ارد گرد تمام  
 جگہ تر ہو جاتی تھی اور اس حالت میں بارگاہِ احدیت میں عرض کرتے تھے۔ رب لا تکلنی الی الغسی  
 طرفۃ عین ابدًا۔ پالنے والے! مجھے آنکھ پھپکنے کے عرصہ میں بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔  
 آپ نے سمجھ لیا کہ رسول اللہؐ خدا سے ڈرتے تھے تو اب خواہ ڈر یا نہ ڈر۔

**ایک تجربہ۔** آج میں ایک تازہ خبر آپ کے بیان کرتا ہوں۔ یہ خبر خود ہم سے ہی منقول ہے۔ ہلا بھول  
 (قسطنطنیہ) دیگر دے نقل نہیں ہوئی ہے۔ میں یہ خبر آپ کے بیان کرتا ہوں بشرطیکہ آپ تسلیم کر لیں  
 کہ میں نے صحیح کہا ہے۔ وہ خبر یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں۔ جو کچھ ہم اپنے متعلق کہیں درست ہے  
 لیکن جو ہمارے امورِ خدا سے تعلق رکھتے ہیں جھوٹ ہیں۔ مثلاً آپ بیوی، اولاد، بچوں اور اپنے مال و دولت  
 سے محبت رکھتے ہیں درست ہے صحیح ہے۔ لیکن خدا کی محبت میں آپ سچے نہیں ہیں۔ کیا میں نے یہ  
 ٹھیک کہا ہے؟ یا کہ نہیں؟ مثلاً اگر آپ کسی سے امید رکھتے ہیں تو یہ صحیح ہے اگر آپ کسی سے خوف رکھتے  
 ہیں تو یہ بھی درست ہے۔ اگر سب لوگوں سے آپ یہ تعلقات رکھتے ہیں صحیح ہیں۔ لیکن آپ جو خدا  
 سے تعلق رکھتے ہیں امید نہیں بذلتی ہے، دودغ ہے، جھوٹ ہے، درست نہیں۔ دیکھئے کہ کچروں  
 کے اہل کارانسرل کی کس طرح خدمت کرتے ہیں، جان، مال اور ایمان سب ان کے سپرد کر دیتے  
 ہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتلائیے کہ کیا یہ بندگی ہے جو آپ کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ ہے وہ یہ بات  
 ہے کہ گنہگار کہتے ہیں کہ ہم خدا سے امید رکھتے ہیں۔

**ارشاد جناب امیرؑ** حضرت امیر المؤمنینؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ یداعی بذعمہ افدیر جو اللہ و العظیم

ما بالہ لا یتبین رجائہ فی عملہ فکل من رجاءہ فی عملہ فکل رجاءہ محقق



الارجلہ اللہ فائدہ مدخول فکل خوف تحقق الا خوف اللہ فائدہ معلول ایک کمال  
 شخص اپنے خیال میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کے امید رکھتا ہے جو جھوٹ کتاب ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ  
 سچ کتاب پھر اللہ سے امید اس کے اعمال سے ظاہر کیوں نہ ہوتی۔ جو کوئی امیدوار ہواس کی امید کا اثر  
 ظاہر ہے مگر امید بہ خدا کہ وہ جھوٹ ہے اور اس کا اثر ظاہر نہیں ہے۔ اور ہر خوف تحقق ہے۔ مگر خدا  
 سے خوف معلول ہے۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ جہاں کہیں بھی آپ امید رکھتے ہیں وہ تحقیقی ہے مگر  
 خدا کے معاملہ میں مجازی ہے، دروغ ہے۔ ہماری تازہ خبروں میں سے ایک یہ خبر ہے کہ جو  
 تعلق ہم غیر خدا سے رکھتے ہیں ٹھیک ہے اور جو کچھ خدا کے ساتھ رکھتے ہیں وہ غلط اور دروغ ہے  
**ایک تازہ خبر** ہماری تازہ خبروں میں سے ایک تازہ خبر یہ بھی ہے کہ ایک اور شخصیت ہم  
 اپنے باطن میں دیکھ رہے ہیں، جو پیر آخرت میں منتقل ہونے والی ہے اسے لوگ کہتے ہیں ہم کہاں  
 اور یہ مرتبہ کہاں؟ مانا کہ ہم مسلمان نہیں ہو سکتے، البتہ نہیں ہو سکتے نہ ہو جائے مگر کم از کم ابو جہل تو نہ ہو جائے  
 حقیقتہً میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے باطن پر کچھ غور و فکر کریں۔ نہ ہم میں رحم موجود ہے نہ انصاف، نہ  
 مروت موجود ہے نہ غیرت۔ اے بے رحم! اے بے انصاف! اے بے مروت! اور اے بے غیرت  
 انسان! کم از کم ان صفاتِ خبیثہ کو تو اپنے سے دور کرے۔ معلوم ہے کہ میں بے رحم، بے مروت  
 اور بے غیرت کیوں کہ رہا ہوں میں دیکھتا ہوں آپ کے گھر کے دروازہ پر ایک بیمار پڑا ہوا ہے۔ آپ  
 اسے دوا نہیں دیتے، آپ کے سامنے ایک مہلت بڑی ہوئی ہے۔ آپ اسے غسل نہیں دیتے۔ کفن  
 نہیں پہنتے دفن نہیں کرتے، صلہ رحم نہیں کرتے، آپ اپنے دلیس کہیں گے کہ آپ تو ایسے نہیں ہیں میں  
 کہتا ہوں، آپ خوب تامل فرمائیے، غور کیجئے، سمجھئے تاکہ میں نے جو کچھ کہا اسے ثابت کر دوں۔

**ایک مریض اور روحانی امراض** میں نے کہا آپ ایک مریض رکھتے ہیں وہ بیمار آپ کی اپنی  
 جان عزیز ہے۔ کہ نہ آپ اسے دوا دیتے ہیں اور نہ غذا دیتے

ہیں، نہ اس کی خبر گیری کرتے ہیں۔ نہ آپ اسے پوچھتے ہیں "اے میری جان عزیز! تو کس بیماری میں  
 مبتلا ہے میں تجھے اس کی بیماریاں بتاتا ہوں۔ آپ تب لازم میں مبتلا ہیں تب محرقہ تب مطبقہ امراض الحرق



(بھوک کی مرض) اور آتشک ہے۔ آپکا اہل یورپ کی طرف میلان دنیا کی محبت کے لیے لازم نتیجہ ہے آپ کس قدر بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ انہیں اس بیماری کی بیماری پر سی کیجئے۔

**آتش زدگی** بعض اوقات آپکے ہمایوں کے ہاں آگ لگ جاتی ہے، ہر چند وہ فریاد کرتے ہیں آپ انکی فریاد رسی نہیں کرتے۔ سینے، یہ ہمسائے آپ کے اعضاء و جوارح ہیں۔ انہیں

گناہوں کی آگ لگی ہوئی ہے۔ آپ کا پیٹ فریاد کر رہا ہے کہ مجھے حرام مال کھانے کی آگ لگی ہوئی ہے

آپکی آنکھیں فریاد کر رہی ہیں کہ نامحرم پر نظر ڈالنے کی آگ میں جل رہی ہیں۔ زبان فریاد کر رہی ہوں۔ اسی طرح

تمام اعضاء و جوارح گناہوں کی آگ میں تڑپ رہے ہیں۔ جتنا بھی وہ فریاد کرتے ہیں ہم انکی فریاد کو نہیں پہنچتے

**صلہ رحم** آپ اپنے قوم اور قبیلے کے لوگوں سے صلہ رحم نہیں کرتے کسی قسم کا بھی صلہ رحم نہیں کرتے

یہاں تک ایک "سلام" تک بھی نہیں کہتے "صلہ رحم بہت اچھی چیز ہے۔ اگرچہ ایک سلام سے ہی کیوں

نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ صَلُّوا اِرْحَامَكُمْ بِالْسَّلَام یعنی اپنے رشتہ داروں سے سلام سے

ہی صلہ رحم کیجئے۔

**ایک جانکنی میں مبتلا** میں نے بیان کیا ہے کہ ایک مختصر حالت نزع میں آپکے گھر کے دروازہ

پر پڑا ہوا ہے آپ اسے رد بقیدہ بھی نہیں کرتے۔ آپکو معلوم ہے کہ یہ

مختصر کون ہے؟ میں بتلاتا ہوں "آپکی جان عزیز ہے" اس دنیا سے جانا چاہتی ہے متواتر مختصر ہے

اب جاری ہے اسے خدا کی طرف متوجہ کیجئے یہی اس کا رد بقیدہ ہونا ہے۔

"اے انسانو! اللہ اور سوچو بعض روایات میں ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ مرنے کے وقت

فرشتے انکا رخ قبیلہ سے پھیر دیتے ہیں۔ میں نے آپکو بتلادیا اب آپ علاج کیجئے کہ آپ انہی

وقت رد بقیدہ خدا کی طرف متوجہ ہوں

**ایک میت** اے مختصر آپ ایک میت کہتے ہیں وہ پڑی ہوئی ہے نہ آپنے اسے غسل دیا ہے، نہ

کفن پنا یا ہے اور نہ اس کیلئے نماز جنازہ پڑھی ہے۔ آپنے جان لیا کہ یہ میت کون ہے۔ آپ ہی

کی "جان عزیز" ہے۔ یہ میت اگرچہ زندہ ہے مگر اسوقت مردہ ہے۔ کچھ لوگ دربار ہرکارہ حالت







انقام ہے۔ رجوظالمول سے مظلوموں کا بدلہ لیا (یوم تبدیل الاضغیر الارض والسموت ویرز اللہ الواحد القہار کس وقت انقام لیا یعنی یہ زمین اور آسمان بدل جائیں گے اور تمام لوگ امر خدائے واحد و قہار کے لئے صحرائے قیامت میں جمع ہونگے اور ظاہر ہوں گے۔ وترى المجرمین مقرنین فی الاصفاد سراسیلہم من قطران لعیثی وجوہہم النار۔ تو مجرموں کو وہاں اکٹھے بندھے ہوئے دیکھے گا۔ انہیں بہت جلانے والے تبنے کے لباس پہنائے جائیں گے اور ان کے چہروں کو آگ کے پردوں سے ڈھانپا گیا ہو گا۔

ترى المجرمین ناکسوار و سہم۔ تو مجرموں کو سر جھکائے ہوئے دیکھیں گا۔ اس کے بعد ایک اور کیفیت کا ذکر کیا ہے۔ وامتازنا لہم الیوم المجرمون حکم ہو گا۔ اسے مجرموں کا ہوا جاؤ۔ انشاء اللہ ہم نے آپ کے اس مردے کو جو آپ کی جان عزیز ہے۔ آنسوؤں کے آب سرد سے غسل دے لیا۔ اور نہایت کا غسل کا فور بھی ڈے لیا۔ اور خالص توبہ کے آب خالص قراح سے بھی غسل دے لیا۔ اور مردہ پر قرآن بھی پڑھا اور اسے لباس تقویٰ کا لباس بھی پہنا دیا تمام کام ہو چکے۔ اب آخر میں آئیے اس مردہ کو دفن بھی کریں اس مردہ کو امام مظلوم کی قبر پر لیجا کہ قبر مطہر کے سامنے دفن کریں۔ بلکہ میں تجھے اس سے بھی بلند و برتر بات کہتا ہوں۔ کیا ضروری ہے کہ میں کہوں کہ اس مردے کو مظلوم کر بلا کی قبر مطہر کے سامنے لے جائیے۔

مومن کا دل | میں تو یہ کہتا ہوں کہ آئیے اپنے دلوں کو مظلوم کر بلا کی قبر قرار دیجئے۔  
فیقلوب من دالہ قبار کا۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو سید الشہداء سے محبت رکھتے ہیں۔ سرکار سید الشہداء کی قبر ہے۔

آئیے امام حسینؑ سے صحیح محبت کرنے والوں میں داخل ہو جائیے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں اثر پیدا کرے گا۔ اور آپ اثر کو قبول کریں گے۔ اور دل کے پلوں کے پھولوں سے بارور ہو جائیں گے۔

نسئلک اللہم وندعوك باسمک العظیم الاعظم۔ یا اللہ  
تمنت بالجبر